حضور ﷺ کی صاحبزادیاں

بفیضِ نظــر

شیخ الاسلام سلطان المشائخ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

تالیف

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد

(مکتبہ انوار المصطفیٰ 6/75-2-23 مغلپورہ۔حیدرآباد-اے پی)

﴿ بہ نگاہ کرم مظہرِ غزالی، یادگارِ رازی، مفتی سوادِ اعظم، تاجدارِ اہلسنت، امام المتکلمین
حضور شیخ الاسلام سلطان المشائخ رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴾

نام کتاب : حضور ﷺ کی صاحبزادیاں

تصنیف : ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

تصحیح ونظر ثانی : خطیب ملت مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی

ناشر : شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (مکتبہ انوار المصطفٰی مغلپورہ حیدرآباد)

اشاعت اوّل : مارچ ۲۰۱۰ تعداد : ۱۰۰۰

قیمت: 40 روپے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

صَلِّ عَلیٰ نَبِیِّنَا صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ　　صَلِّ عَلیٰ شَفِیۡعِنَا صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّد

مَنَّ عَلَیۡنَا رَبُّنَا اِذۡ بَعَثَ مُحَمَّدًا　　اَیَّدَہٗ بِاَیۡدِہٖ اَیَّدَنَا بِاَحۡمَدًا

اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا　　اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد مجتبیٰ سے ہماری مدد فرمائی

اَرۡسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرۡسَلَہٗ مُمَجَّدًا　　صَلُّوۡا عَلَیۡہِ دَآئِمًا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ سَرۡمَدًا

اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور باکرامت بنا کر بھیجا　　اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلیٰ نَبِیِّنَا صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ

آیئے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ　　نام ہو اولیاء کے ساتھ' حشر ہو انبیاء کے ساتھ

شغل وہ ہو کہ شغل میں کردے ہمیں خدا کے ساتھ　　پڑھئے درود جھوم کر سیّد خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلیٰ نَبِیِّنَا صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ

اے میرے مولیٰ کے پیارے　　نور کی آنکھوں کے تارے

اب کسے سیّد پکارے　　تم ہمارے ہم تمہارے

یانبی سلام علیک　یارسول سلام علیک

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ)

ملک التحریر علامہ محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

حقیقتِ شرک : توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اُسے سمجھنے کے لئے شرک کا سمجھنا ضروری ہے جو توحید کے مقابل ہے۔ عبادت اطاعت اور اتباع' ذاتی اور عطائی صفات اور مسئلہ علم غیب' عبادت واستعانت اور شرک کی جاہلانہ تشریح ۔۔ وہ تمام آیات قرآنی جو مشرکینِ مکہ اور کفارِ عرب کے حق میں نازل ہوئیں' سمجھے بے سمجھے مسلمانوں پر چسپاں کرنے والے بدمذہبوں کا مدلل وتحقیقی جواب ۔۔ یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان یاد رہے کہ ہمیں یہ خوف نہیں کہ تم ہمارے بعد شرک میں مبتلا ہو گے (بخاری شریف)

فہرست مضامین

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علیٰ سيد الأنبيآء والمرسلين وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعين .... أما بعدُ

نسبت اور نسب نبوی ﷺ

نسبت بہت ہی اعلیٰ چیز ہے ہر چیز کی قدر و قیمت کا تعین اُس کی نسبت سے کیا جاتا ہے۔ اعلیٰ نسبتوں کی چیزیں اعلیٰ قدر و قیمت کی ہوتی ہیں اور ادنیٰ نسبت کی چیزیں ادنیٰ قدر و قیمت کی ہوتی ہیں۔

حضور نبی مکرم ﷺ کی ازواج مطہرات، صاحبزادیاں، حسنین کریمین اور سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہم (اہل بیت اطہار) کو حضور ﷺ سے عظیم نسبت حاصل ہے۔ یہ وہ سلسلہ نسب ہے جو تمام نسبتوں سے اس لئے افضل و برتر ہے کہ اس کا مرکز ومحور وہ ہستی عظیم ہے جو رب العزت کی مخلوق میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ یہ دُنیائے اسلام کا مسلمہ اصول ہے کہ جس چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ سے ہو جائے وہ اپنی نوع میں دوسروں سے افضل واعلیٰ اور ممتاز ہو جاتی ہے۔

مُلک عرب (سرزمین حجاز) تمام ممالک سے اس لئے ممتاز ہے کہ وہ محمد عربی ﷺ کا وطن ہے مکہ معظّمہ شہر کو ام القریٰ کا درجہ حاصل ہونے میں یہی ایک نسبت کارفرما ہے کہ اس میں بیت اللہ شریف ہے اور دوسری عظمت کہ اس میں سید عالم ﷺ کی ولادت ہوئی۔ قریش اور بنو ہاشم کی ممتاز حیثیتیں حضور ﷺ کی نسبت سے قائم ہیں۔ قصوا اونٹنی کا اپنی جنس سے افضل ہونا اور بعد از مرگ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اُسے احترام سے گڑھا کھود کر دفن کرنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ اُس پر نبی الانبیاء نے سواری فرمائی۔

یعفور اپنے تمام ہم جنس گدھوں سے اسی سبب سے برتر مانا گیا کہ سید عالم ﷺ نے اُسے سواری کے لئے منتخب فرمایا۔ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایک حبشی غلام تھے اُن کا نام سُن کر پُرشکوہ تاجداروں کے سرنگوں ہونا باطنی وقار واحترام کی روشن دلیل ہے اور یہ تمام حشمت وشوکت حضور ﷺ کے ساتھ والہانہ عشق ومحبت اور غلامی کی نسبت سے ہے اصحاب رسول ﷺ کا بعد از انبیاء فضیلتوں اور عظمتوں کا وارث ہونا حضور ﷺ کی معیت وصحبت اور نظر التفات کا نتیجہ ہے۔ عشاق کا مدینہ منورہ کو پناہ گاہِ عاصیان کہنا اور گنبد خضریٰ کو عرش معلی کے ساتھ تشبیہ دینا سکنِ رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے ہے۔ روضہ رسول ﷺ پر نزول ملائکہ اور رحمتوں کی برسات آقا ومولیٰ ﷺ کی نسبت سے ہے اور اسی طرح بنو فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اولادِ رسول ہونے اور قرابت کی نسبت کے سبب وہ مقام حاصل ہے جو کسی اور کے حصے میں نہیں آیا۔ مطلب یہ کہ جس چیز کی نسبت سید عالم رحمۃ للعالمین ﷺ سے ہو جائے بلندیاں اُس کے قدم چوم لیتی ہیں اور اہلِ ایمان کے دِلوں میں اس چیز کا احترام پیدا ہونا ایک قدرتی عمل ہے یہی وجہ ہے کہ اہلبیتِ رسول ﷺ کی محبت ومودّت انہی لوگوں کے دِلوں میں موجود ہے جن کا قلبی تعلق حضور ﷺ سے ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اہل بیت کرام کی بارگاہ میں عقیدت کا نذرانہ پیش کرتے ہیں : **آل النبی ذریعتی وهم اليه وسيلتی ارجو بهم اعطیٰ غدًا بيد اليمين صحيفتی** (دیوان شافعی) آل نبی ﷺ بارگاہِ الٰہی میں میرا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ امید ہے کہ قیامت کے دن اُن کے وسیلے سے مجھے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ اہلبیت رسول ﷺ کی پاکی کا اعلان آیت تطہیر میں فرماتا ہے :

﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ﴾ (الاحزاب/۳۳) اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو کہ تم سے دور کر دے ہر قسم کی ناپاکی اور تمہیں پوری طرح پاک وصاف کر دے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے اہلبیت کو ہر ظاہری و باطنی گندگی سے پاک رکھا۔ نبی کریم ﷺ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جسم اطہر کو سونگھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اُن کے جسم اطہر سے جنت کی خوشبو آتی ہے (مبسوط سرخسی) اسی لئے آپ کو زھرا کہتے ہیں یعنی جنت کی کلی۔

سرورِکونین ﷺ کا ارشاد ہے: اَنَا وَاَھْلِ بَیْتِیْ مُطَھَّرُوْنَ مِنَ الذُّنُوْبِ کہ میں اور میرے اہلبیت گناہوں سے پاک ہیں (روح المعانی)

ارشاد نبوی ﷺ ہے : اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثَ خِصَالٍ حُبِّ نَبِیِّکُمْ وَحُبِّ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَقِرَاءَۃُ الْقُرْآنِ اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ، اپنے آقا ﷺ سے محبت، اہل بیت کی محبت اور قرآن کا پڑھنا (الجامع الصغیر) نبی کریم ﷺ کے اہلبیت کے فضائل آسمان کے تاروں اور زمین کے ذرّوں کی طرح بیشمار ہیں اور کیوں نہ ہوں جب جابر رضی اللہ عنہ کے دسترخوان سے حضور ﷺ ہاتھ پونچھ لیں تو وہ دسترخوان آگ میں نہ جلے تو وہ سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم، سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہن وحسنین کریمین طاہرین جن کا خمیر خون خیر الرُسل سے ہے اُن کا کیا پوچھنا۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے **حرمت الجنة علی من ظلم اهل بیتی وآذانی فی عترتی ومن اصطنع صنیعة الی احد من ولد عبد المطلب ولم یجازہ فانا اجازیه علیها غدا اذا لقینی یوم القیامه** اُس شخص پر جنت حرام کر دی گئی ہے جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا اور مجھے میری عترت کے بارے میں تکلیف دی اور جس نے عبدالمطلب کے کسی بیٹے کے ساتھ احسان کیا اور وہ اس کا بدلہ نہ دے

سکا تو اُس کے احسان کا بدلہ کل قیامت کے دن میں دوں گا جب وہ مجھے ملے گا (تفسیر روح البیان)

حضور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ میرے اہل بیت پر ظلم کرنے والے پر جنت حرام کر دی گئی ہے اُن لوگوں کے لئے انتباہ ہے جو یزید لعین کو امیر المؤمنین خلیفہ برحق متقی پرہیزگار اور پیدائشی جنتی کہتے رہتے ہیں۔ روافض بھی یقیناً لعنتی اور مستحق جہنم ہیں کیونکہ روافض بھی اہل بیت اطہار پر ظلم کرنے والوں میں شامل ہیں۔ ازواج مطہرات اور حضور نبی کریم ﷺ کی تین صاحبزادیوں کی شان میں بکواس کرنا اور تہمت لگانا ان بدمذہبوں کا بنیادی عقیدہ ہے۔ روافض قطعاً محبان اہلبیت نہیں ہیں بلکہ وہ گستاخانِ اہلبیت ہیں۔ بدمذہب روافض کا باطل عقیدہ یہ ہے کہ سیدہ زینب' سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن حضور نبی کریم ﷺ کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں ہیں بلکہ منہ بولی اور صرف منسوب صاحبزادیاں ہیں۔ روافض صرف سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کو حضور نبی کریم ﷺ کی اکلوتی صاحبزادی مانتے ہیں۔

یہ دور بڑا پُرفتن اور ابتلاء و آزمائش کا دور ہے اس دور میں اسلام کی تعلیمات پر کاربند رہتے ہوئے ایمان کو محفوظ رکھنا نہایت دشوار ہو رہا ہے اسلام کے واضح مسائل اور مصدقہ چیزوں میں اپنی طرف سے ترمیم و تنسیخ کی جارہی ہے اور مسلمہ عقائد کو مسخ کیا جارہا ہے چنانچہ اولاد نبوی ﷺ کو بڑی بے باکی سے طعن و تشنیع کا ہدف بنایا جارہا ہے اور اس مبارک خاندان کے نسبی تقدس کو پامال کیا جارہا ہے بڑے نازیبا الفاظ کے ساتھ اُن کے وقار کو مجروح کیا جارہا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اہلبیت سے محبت ایمان کی علامت ہے اور اُن سے بغض وعناد منافقت کی نشانی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: **من ابغض اهل البيت فهو منافق** (صواعق محرقہ) اہل بیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔

جنت کی بشارت ہے اُن لوگوں کے لئے جن کے دِلوں میں اہل بیت اطہار کی

محبت وعقیدت کے سمندر موجزن ہیں وہ لوگ نہایت خوش مقدر ہیں جو اصحاب رسول ﷺ اور اہلبیت رسول ﷺ سے محبت رکھتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن اپنی اونٹنی قصوا پر خطبہ دیتے ہوئے میں نے سُنا آپ نے فرمایا: **یاایھا الناس انی ترکت فیکم من ان اختم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی** (ترمذی شریف) اے لوگو میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اُسے پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ 'اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن عظیم) اور میرے گھر والے 'عترت واہل بیت' یہ ارشاد حضور نبی کریم ﷺ کی وصیت کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضور سرورِ عالم ﷺ کے جملہ قرابت داروں خاندانِ بنو ہاشم خصوصاً اہل بیتِ کرام کی محبت' اُن کا ادب واحترام عینِ ایمان بلکہ جانِ ایمان ہے۔جس کے دِل میں اہلِ بیت کے لئے محبت نہیں وہ یوں سمجھے کہ اُس کی شمع ایمان بُجھی ہوئی ہے اور وہ منافقت کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔جتنی کسی کی قرابت حضور ﷺ سے زیادہ ہوگی اتنی ہی اُس کی محبت واحترام زیادہ مطلوب ہوگا۔ بے شک اہلبیتِ پاک کی محبت ہمارا ایمان ہے لیکن یہ حضور ﷺ کی رسالت کا اجر نہیں بلکہ یہ شجرِ ایمان کا ثمر ہے۔ یہ اس عمل کی مہک ہے' یہ اس خورشید کی چمک ہے۔ جہاں ایمان ہوگا وہاں حُبِ آلِ مصطفیٰ ضرور ہوگی۔

یہ گرہ اب تک نہ کُھلی کہ بعض لوگوں کے نزدیک حُبِّ آل مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء کے لئے بغضِ اصحابِ حبیبِ کبریا کی شرط کہاں سے ماخوذ ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے اہلِ بیت کی محبت کا اگر حکم دیا ہے تو اپنے صحابہ کے احترام واکرام کی بھی تاکید فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں اہلِ بیت کے بارے میں فرمایا **مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ کَمَثَلِ سَفِیْنَةَ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَ فِیْھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرَقَ** یعنی میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام

کی کشتی کی ہے جو اُس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ ڈوب گیا ۔۔تو دوسرا ارشاد گرامی یہ بھی ہے **اَصۡحَابِی کَالنُّجُوۡمِ** میرے صحابہ درخشاں ستاروں کی طرح ہیں۔

بحمدہٖ تعالیٰ یہ شرف اہل سنت کو ہی حاصل ہے کہ ہم اہل بیت کی محبت کی کشتی میں سوار ہیں اور ہماری نگاہیں صحابہ کرام کی جگمگاتی ہوئی روشنی پر مرکوز ہیں۔ ہم زندگی کے سمندر کو آزمائشوں اور تکالیف کی کالی رات میں عبور کر رہے ہیں جو اس کشتی میں سوار نہ ہوا وہ غرق ہو گیا اور جس نے ان روشن ستاروں سے ہدایت حاصل نہ کی وہ راہِ ہدایت سے بھٹک گیا۔

نسبِ رسول ﷺ :

قیامت میں سارے نسب اور سسرالی رشتہ ٹوٹ جائیں گے سوائے میرے نسب اور میرے سُسرالی رشتہ کے۔ (احمد، حاکم)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا **ینقطع یوم القیامة کل سبب ونسب الا سببی ونسبی** (حلیۃ الاولیاء) قیامت کے دن تمام تعلق اور نسب منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے تعلق و نسب کے (مطلب اس کا یہ ہے کہ کل قیامت کے روز کسی کا حسب و نسب کام نہ آئے گا سوائے حضور سید عالم ﷺ کے حسب و نسب کے)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صحتِ نسب قائم رکھنے کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ عہدِ جاہلیت میں لے پالک بیٹے اپنے اصل باپ کی بجائے پالنے والے باپ کی نسبت کئے جاتے تھے یہ خلاف واقع نسبتیں دینِ فطرت کے یکسر خلاف تھیں۔

حضرت زید بن حارثہ نجیب الطرفین تھے والد کا نام حارثہ اور والدہ کا نام سعدیٰ تھا۔

بچپن میں آپ کو ایک گروہ نے اُٹھا لیا اور مکہ کے بازار میں لا کر بیچ دیا۔ خریدنے والے حکیم بن حزام، خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے انھوں نے چار سو درہم میں خرید کر اپنی پھوپی (خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا) کو دے دیا۔ جب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہوا تو انھوں نے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہبۃً سید عالم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اعلانِ نبوت سے قبل اُن کو آزاد فرما کر اپنا بیٹا (متبنیٰ) بنا لیا اور لوگوں میں زید بن محمد ﷺ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ سورۂ الاحزاب کے آغاز میں حکم دیا کہ متبنیٰ تمہارا حقیقی بیٹا نہیں۔ یوں ہی صرف زبان ہلا دینے سے کسی کا بیٹا، اپنا بیٹا نہیں بن سکتا۔ اس لئے نہ اُن کو اپنا بیٹا سمجھو، نہ زبان سے اُن کی فرزندی کی نسبت اپنی طرف کرو۔ اس ارشاد پر عمل کی ابتداء بھی ذاتِ رسالت مآب ﷺ سے ہوئی۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں زید بن محمد ﷺ کہہ کر پُکارا جاتا تھا اب پھر اپنے حقیقی باپ کی طرف منسوب ہو کر زید بن حارثہ کہے جانے لگے۔

﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكَ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ﴾ (الاحزاب) اور تمہارے لے پالکوں (متبنیٰ) کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا، یہ تمہارے مونہوں کی بات ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا نکاح جب سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہو گیا تو مخالفوں نے کہا کہ محمد (ﷺ) نے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح حرام کر دیا مگر خود اپنے بیٹے زید کی بیوی سے طلاق کے بعد نکاح کر لیا ۔۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ (احزاب/ ۵) محمد (ﷺ) تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن اللہ کے پیغمبر اور خاتم النبین ہیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حریم نبوت میں رونق افروز ہوئیں تو بہتان تراشی کے جس طوفان کا اندیشہ تھا وہ اُمنڈ کر آ گیا اور بد باطن یہودیوں اور منافقین نے کہنا شروع کر دیا کہ دیکھو اپنے بیٹے کی بیوی کو اپنی زوجہ بنا لیا' کبھی ایسا اندھیر بھی ہوا تھا جیسے انہوں نے کر دکھایا چلو ہمارے رسم و رواج کو تو رہنے دو' وہ خود بھی آج تک یہی بتاتے رہے کہ بیٹے کی بیوی سے باپ نکاح نہیں کر سکتا' اب پھر خود اپنے بیٹے زید کی مطلقہ اہلیہ کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔

ان کی اس ہرزہ سرائی کو قرآن حکیم نے اس جملہ سے ختم کر کے رکھ دیا کہ تم میں سے حضور کسی مرد کے باپ نہیں' جب باپ نہیں ہیں تو زید بیٹا کیسے بن گیا۔ وہ تو اپنے باپ حارثہ کا بیٹا ہے۔ تمہارا یہ اعتراض محض تمہارے خبث باطن کی پیداوار ہے حقیقت سے اس کا دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

﴿ اَبَـا اَحَـدٍ مِّـنْ رِّجَالِكُمْ ﴾ میں فرمایا گیا کہ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ یعنی سیدہ زینب' سیدہ رقیہ' سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنھن کے والد ہیں مرد کے باپ نہ رہے۔ سیدنا ابراہیم وطیب وطاہر وقاسم رضی اللہ تعالیٰ عنھم وہ بچپن ہی میں وفات پا گئے اُن کو مرد نہ کہا جائے گا (شان حبیب الرحمٰن)

اسلام نے جہاں اور بہت سی معاشرتی بُرائیاں دور کیں' صحت نسب کا پاس رکھنا اور غلط نسبت سے بچنا بھی دینِ فطرت کے لئے ضروری ٹھہرایا اور یہ صحیح ہے کہ صحت مند فکر کسی دوسرے باپ کی طرف منسوب ہونے میں کوئی عزت محسوس نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے: ﴿اُدْعُـوْهُـمْ لِاٰبَـآءِ هِـمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ (الاحزاب) بلاؤ لے پالکوں کو اُن کے باپوں کی طرف نسبت کر کے' یہی انصاف ہے اللہ کے ہاں یہ حکم اس لئے ہے کہ نسبی تعلقات اور اُن کے احکام میں کسی پہلو سے شک وشبہہ

واقع نہ ہونے پائے۔ حق یہ ہے کہ انہیں اُن کے باپوں کے نام سے ہی پُکارو۔ یہ صرف مَردوں کے لئے ہی نہیں کہ اُن کا نسب مشتبہ نہ رہے عورتوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ انہیں اصل باپ کی بجائے کسی اور باپ کی طرف نسبت نہ کرو۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **من ادعیٰ الی غیر ابیه وهو یعلم انه غیر ابیه فالجنة علیه حرام** (سنن ابی داؤد) **من ادعیٰ الی غیر ابیه واتتمیٰ الیٰ غیر موالیه فعلیه لعنة الله المتتابعه الیٰ یوم القیٰمة** (ابوداؤد) جس نے اپنے باپ کے سوا کسی اور نسل کو منسوب کرنا چاہا اور اُسے پتہ ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں تو وہ جنت میں کبھی نہ جائے گا۔

اسلام کے اس انقلابی اعلان کا اثر یہاں تک پہنچا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے متبنٰی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پہلے زید ابن محمد ﷺ کہلاتے تھے پھر زید ابن حارثہ بن گئے اور قانون قرار پایا کہ نسبت اصل باپوں کی طرف ہی ہے یہی انصاف اور حق کے زیادہ قریب ہے۔ صلہ رحمی اسلام کی اساسی تعلیم ہے اس پر عمل تب ہی ہوسکتا ہے کہ لوگ رشتہ داری میں ایک دوسرے کو پہچانیں۔ پس نسب کا ضروری علم سیکھنا ٹھہرا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **تعلموا من انسابکم ماتصلون به ارحامکم فان صلة الرحم محبه فی الاهل مثرات فی المال ومنسأة فی الاثر** (جامع ترمذی) اپنے نسب کو جانو کہ تم اپنے رشتہ داروں میں صلہ رحمی قائم رکھ سکے۔ صلہ رحمی اپنے لوگوں میں محبت کا سبب ہے مال میں ثروت ہے اور اثر میں دیرپا ہے۔

اسلام کے اسی معاشرہ میں اہل بیتِ رسالت نے پرورش پائی تھی۔ دینِ فطرت کی آواز حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیوں سیدہ زینب، سیدہ رقیہ،

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے کانوں میں بھی پہنچی ہوگی۔ انہیں حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیاں کہنے والے اُن کے بارے میں اسلام کے اس اساسی حکم سے ہٹ کر کوئی دوسرا فیصلہ نہ کر سکتے تھے نہ اُن کے بارے میں تاریخ کوئی دوسرا فیصلہ دے سکتی تھی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ بیٹیاں تو کسی اور کی ہوں اور کہلائیں حضور ﷺ کی صاحبزادیاں ۔۔اور حضور ﷺ اُن کو اسی عنوان سے پذیرائی دیتے رہیں۔ قرآن کریم پر اور حدیث پر اگر خود حضور ﷺ کا عمل نہ ہوگا تو اور کس کا ہوگا؟

اسلام کے اس انقلابی اعلان کے بعد اگر زید ابن حارثہ' زید ابن محمد ﷺ نہیں رہ سکتے تو یہ سیدات مطہرات کسی اور کی بیٹیاں ہوکر بنات رسول ﷺ کیسے رہ سکتی تھیں؟

قرآن کریم اور حدیث شریف کی ان واضح ہدایات کی روشنی میں یہ محال ہے کہ حضور ﷺ' امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان لے پالک بیٹیوں کو حضور ﷺ کی بیٹیاں کہتے رہیں اور دینِ فطرت کو عالمی سطح پر پیش کرنے والا پیغمبر خود اپنے ہاتھوں اور اپنے گھر میں دینِ فطرت کو عمل میں نہ لا سکے۔۔سو حق یہ ہے کہ یہ تینوں سیدات مطہرات بھی حضور ﷺ کی ہی بیٹیاں تھیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قیامت کے دن آواز تو باپ کے نام سے دی جائے اور نسبتیں غیر باپ کے نام سے قائم رہیں اور وہ بھی پیغمبر کے گھر میں۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ خود اہلِ بیتِ رسالت تعلیمِ رسالت سے بے بہرہ رہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

انکم تدعون باسماء کم واسماء اباء کم (ابوداؤد) بے شک تم لوگ قیامت کے دن اپنے ناموں اور اپنے باپوں کے نام سے بُلائے جاؤ گے۔

حضور نبی کریم ﷺ اپنی نسبی شرافت کو بَر ملا ظاہر فرماتے۔ یہ اپنوں میں اپنی بڑائی ہے

اور قوم کی ایک مرکزی عظمت کا اظہار ہے یہ کسی پہلو سے کوئی عیب نہیں اور اس میں کوئی خودنمائی نہیں۔ دوسروں کے سامنے اپنی بڑائی کا اظہار بے شک صحیح نہیں۔

نسب کے اس امتیازی ماحول میں سیدہ زینب، سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن کا نسب چھپا رہے یہ بات کسی طرح لائق باور نہیں۔ پھر یہ ایک بیٹی کی بات نہیں۔ تینوں کی تین بیٹیاں اس مشتبہ نسب میں رہیں اور سالہا سال تک۔ اور کسی غیر معروف گھر میں نہیں بلکہ پیغمبر کے گھر میں جو کُل جہاں کے لئے مثال ہوگا۔

یہ بات کسی طرح قرین قیاس نہیں جو خدا، حضور ﷺ کے لے پالک بیٹے کو حضور ﷺ کی نسبت میں رکھنے کی اجازت نہیں دیتا وہ لے پالک بیٹیوں کو کس طرح سالہا سال تک بناتِ رسول ﷺ کے عنوان میں اہلِ بیتِ رسالت میں رکھ سکتا تھا۔ اگر کوئی ایسی صورت ہوتی تو اس کے لئے اتنا ہی جلی اور واضح اعلان ہوتا جتنا حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہوا تھا۔

حضور ﷺ کی چار صاحبزادیاں

خالقِ کائنات نے اپنی پاک کتاب میں رسول کریم کی صاحبزادیوں کا ذکر فرمایا ہے ارشادِ خداوندی ہے: ﴿**يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ**﴾ (الاحزاب/۵۹) اے نبی مکرم! آپ فرمائیے اپنی ازواجِ مطہرات کو اپنی صاحبزادیوں کو اور تمام اہلِ ایمان کی عورتوں کو کہ (جب وہ باہر نکلیں تو) ڈال لیا کریں اپنے اُوپر اپنی چادروں کے پلو۔

مذکورہ بالا آیتِ مقدسہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کی صاحبزادیاں ایک سے زیادہ ہیں۔ یاد رہے کہ آیت میں ازواج النبی (نبی کی بیویاں)

بنات النبی (نبی کی بیٹیوں) نساء المؤمنین (مومنوں کی عورتوں) کا الگ الگ ذکر کیا ہے۔ لفظ بنات' بنت کی جمع ہے اور عربی زبان میں جمع کا صیغہ دو سے زیادہ پر بولا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے اہلِ یقین کا یہ عقیدہ کہ حضور ﷺ کی چار صاحبزادیاں ہیں ہر طرح کے شک وشبہ سے بالاتر ہے اور روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔

یہ وہ حقیقت ہے جس کا کوئی بھی ذی ہوش اور صاحبِ علم انکار نہیں کرسکتا' کتب سیر میں کثرت سے احادیثِ رسول ﷺ میں واضح طور پر' بلکہ شیعہ حضرات کی بعض کتب میں بھی موجود ہے کہ سرکارِ دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔

ضیاء الامت تفسیر ضیاء القرآن میں رقمطراز ہیں کہ یہاں حضور ﷺ کی صاحبزادیوں کا جب ذکر آیا تو قرآن نے بنت (ایک صاحبزادی) نہیں کہا بلکہ جمع کا لفظ بنات استعمال کیا۔ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضور کی ایک صاحبزادی نہ تھی بلکہ متعدد صاحبزادیاں تھیں۔

پردہ کا حکم حضور نبی کریم ﷺ کی جمیع ازواج مطہرات' صاحبزادیوں اور اہل اسلام کی تمام خواتین کے لئے ہے۔ قرآن مجید کی یہ صریح عبارت بتلا رہی ہی کہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات اور صاحبزادیاں زیادہ ہیں' ایک نہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کی عورتیں بےشمار ہیں۔

عبارۃ النص کو چھوڑ کر اس میں تاویل وتوجیہ کرنا قرآن مجید کے واضح مضمون کا صاف انکار ہے جو مسلمانوں کے لئے جائز نہیں۔

آیت میں 'ازواج وبنات' اور 'نسآء' تینوں صیغے جمع کے مذکور ہیں اور جمع کے معنی میں ہی یہاں مستعمل ہیں۔ اگر ان تینوں میں سے ایک مثلاً 'بنات' کو واحد کے معنٰی

میں مراد لیا جائے اور تعظیماً جمع کی تاویل کردی جائے تو اس تاویل کی بناء پر ایک دوسرا شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ بھی ایک ہی تھی اور قرآن میں جہاں جمع کے صیغے کے ساتھ ازواج کے الفاظ وارد ہوئے ہیں مثلاً '**وازواجه امهاتهم** ' اور '**قل لازواجك**' وغیرہ تو ان مقامات میں ایک زوجہ مراد ہے اور جمع کا صیغہ تعظیماً وارد ہوا ہے اُس کا یہ استدلال جس طرح سو فیصد غلط ہے اسی طرح بنات طاہرات کے حق میں آیت مذکورہ سے ایک دختر کی تاویل کرنا اور جمع کے صیغہ کو تعظیماً بتانا بھی درست نہیں ۔ قاعدہ یہ ہے کہ کسی مسئلہ کو نص صریح سے ماخوذ کرنا اس کے استنباط کرنے سے مقدم ہوتا ہے ۔

حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیوں کے تعدد اور ایک سے زیادہ ہونے کا مسئلہ قرانی نص سے صریحا ثابت ہے یہاں کسی تاویل اور استنباط سے ثابت کرنا درست نہیں ۔

شیعہ کی معتبر کتابوں میں بھی اس بات کی تصریح ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور نبی کریم ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھی' یہاں فقط دو حوالے پیش کرتا ہوں ۔ اصولِ کافی جو اسی فرقہ کی معتبر ترین کتاب ہے اس میں لکھتے ہیں: **وتزوج خديجة وهو ابن بضع وعشرين سنة فولد له منها قبل مبعثه عليه السلام القاسم ورقيه وزينب وام كلثوم وولد له بعد المبعث الطيب والطاهر وفاطمة عليها السلام** حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی جب کہ حضور کی عمر مبارک پچیس سال کے قریب تھی اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے حضور ﷺ کی یہ اولاد پیدا ہوئی: بعثت سے پہلے رقیہ' زینب اور ام کلثوم اور بعثت کے بعد طیب' طاہر اور فاطمہ علیہا السلام پیدا ہوئیں ۔ (اصول کافی ج اول ص ۴۳۹ مطبوعہ تہران)

اُن کی دوسری کتاب حیٰوۃ القلوب میں علامہ مجلسی رقمطراز ہیں: درقرب الاسناد بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا ﷺ از خدیجہ متولد شدند طاہر وقاسم وفاطمہ وام کلثوم ورقیہ وزینب (حیٰوۃ القلوب/۸۳۳)

قریب الاسناد میں معتبر سند سے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور ﷺ کی یہ اولاد پیدا ہوئی: طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ اور زینب (تفسیر ضیاء القرآن)

شیعہ حضرات کی معتبر کتاب فروع کافی کتاب العقیہ باب فضل البنات مطبوعہ تہران جلد دوم صفحہ۸۲ میں ہے: **عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال کان رسول اللہ** ﷺ **ابا بنات** یعنی سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضور بھی کئی لڑکیوں کے باپ تھے۔

جارؤد بن منذر جولڑکی پیدا ہونے پر اُسے معیوب خیال کرتا تھا تو امام جعفر صادق نے فرمایا: **قد کان رسول اللہ** ﷺ **ابا بنات** رسول اللہ ﷺ بھی کئی لڑکیوں کے باپ تھے۔ (ایضاً فروع کافی ج۲ص۸۲بحوالہ القول المقبول فی بنات الرسول ص۶)

القول المقبول فی بنات الرسول کے صفحہ۲۰ پر شیعہ حضرات کی مشہور ترین کتاب 'تحفۃ العوام' مطبوعہ لاہور صفحہ نمبر۱۲۳اور 'تہذیب الاحکام' جلد اول صفحہ نمبر۲۸۴ کے حوالہ سے لکھا ہے: **اللھم صل علی القاسم والطاھر ابنی نبیک اللھم صل علی رقیہ بنت نبیک اللھم صل علی ام کلثوم بنت نبیک والعن من اذیٰ نبیک فیھا** اے اللہ رحمت نازل فرما سیدنا قاسم وطاہر اپنے نبی کے فرزندوں پر اور اے اللہ رحمت فرما سیدہ رقیہ اور ام کلثوم اپنے نبی کی بیٹیوں پر اور لعنت کر اُن پر جو ایذاء دیتے ہیں تیرے نبی کو اُن کے بارے میں۔

خیال رہے کہ مصنف تحفۃ العوام نے جو لکھا ہے اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ جو شخص رقیہ و ام کلثوم کو حضور سرور عالم ﷺ کی حقیقی بیٹیاں ہونے سے انکار کر کے سرکار علیہ السلام کو اذیت پہنچائے تو اے رب العزت اس پر لعنت کر۔

ایک شبہ کا ازالہ: بعض لوگ دانستہ طور پر ان حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے لا یعنی تاویلات اور ناپختہ قیاس سے کام لیتے ہوئے اپنے باطل نظریات کو چھپانے کی خاطر یہ کہہ دیتے ہیں کہ مذکورہ آیت میں نبی پاک کی سوتیلی بیٹیوں کو مجازاً بنات کہا گیا ہے۔ حالانکہ سوتیلی بیٹیوں کے لئے قرآن مجید میں لفظ ربائب (جوربیہ کی جمع ہے) استعمال ہوا ہے **وربائبکم الّتی فی حجورکم** بنات استعمال نہیں ہوا اورارباب علم ودانش اس بات کو پوری طرح جانتے ہیں کہ کلام الٰہی کے سامنے انسانی قیاس کی کوئی وقعت نہیں اور حقیقت کے سامنے مجاز کی کوئی حقیقت نہیں۔

ہر ذی عقل کے لئے یہ امر قابل غور ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کی صرف ایک صاحبزادی سیدہ فاطمہ بتول سلام اللہ علیہا کو تسلیم کرنا اور دیگر صاحبزادیوں کا انکار کرنا ظلم عظیم ہے۔ وہ اس طرح کہ اُمت کی بیٹیوں کو آپ کی بیٹیاں کہہ دینے میں کوئی خاص حرج نہیں کیونکہ وہ روحانی اولاد تو ہیں ہی مگر آپ کی اولاد کو غیر کی اولاد قرار دینا' نعوذ باللہ' اس اولاد کی بھی بے حرمتی و تنقیص ہے اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی حرمِ محترم کی بھی اور خود نبی اکرم ﷺ کے لئے بھی اذیت رسانی کا باعث ہے اور قرآن وحدیث کے ساتھ بھی مذاق ہے۔

قرآنِ عزیز میں نہایت واضح اور غیر مبہم انداز میں ارشاد موجود ہے کہ اُن کو اُن کے باپوں کی نسبت سے پکارو۔

قرآنی فیصلہ : ﴿**اُدۡعُوۡهُمۡ لِاٰبَآءِهِمۡ اَقۡسَطُ عِنۡدَ اللّٰهِ**﴾ (الاحزاب) بلاؤ لے پالکوں کو اُن کے باپوں کی طرف نسبت کر کے، یہی انصاف ہے اللہ کے ہاں۔

اس آیتِ مبارکہ میں دورِ جاہلیت کے ان قبیح رسم و رواج کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنا متبنٰی بنا لیتا یا کسی یتیم کی پرورش کیا کرتا تو اسے اُن کا باپ کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس عادت سے منع فرمایا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرمار ہا ہے کہ تم انہیں اُن کے باپوں کی نسبت سے پُکارو، یہی بات اللہ کے نزدیک سچ اور انصاف کی ہے، تو پھر یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ احکم الحاکمین ایسی لڑکیوں کو حضور نبی کریم ﷺ کی بیٹیاں فرمائے جو دراصل حضور ﷺ کے خون سے نہ تھیں۔

معمولی سے معمولی شعور رکھنے والا غیرت مند انسان اس امر سے بخوبی واقف ہے کہ کسی کی اولاد کو کسی غیر کی طرف منسوب کیا جائے تو اسے نہایت دُکھ پہنچتا ہے اور وہ اس بات کو اپنے لئے غیر معمولی ہتک وتوہین تصور کرتا ہے وہ لوگ جو حضور ﷺ کی صاحبزادیوں کا انکار کرتے ہیں وہ اپنے اس بے ہودہ نظریہ پر نظرِ ثانی کریں اور ایسی باتیں نہ کریں جن سے حضور اکرم ﷺ کو اذیت پہنچے اور جو شخص حضور ﷺ کو اذیت پہنچاتا ہے وہ لعنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿**اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمۡ عَذَابًا مُّهِیۡنًا**﴾ (الاحزاب) بے شک جو لوگ ایذاء پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کو اللہ تعالیٰ کی اُن پر لعنت ہے دنیا وآخرت میں اور اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے اُن کے لئے دردناک عذاب۔

خیال رہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا اذیت ہوسکتی ہے کہ حضور ﷺ کی اولاد پاک کو آپ سے جُدا کر کے دوسروں کی طرف منسوب کیا جائے۔

حضور ﷺ کی صاحبزادیوں کے خصائص :

اسلام دینِ حکمت ہے۔ حکمت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ جن کا ایمان خطرے میں رہے یا خطرات کا اندیشہ ہو اُن کے ایمان کو بچانے کی تدابیر اختیار کرے۔ خدشات واندیشوں کو دفع کرنا بہت بڑی حکمت ہے۔ حضور ﷺ کی صاحبزادیوں کے ساتھ کوئی دوسری عورت نکاح میں جمع نہ ہونا یعنی آپ کی صاحبزادیوں پر کوئی سوکن نہ آنا یہ خصوصیت ہے۔ اس خصوصیت کی بھی بہت بڑی حکمت ہے۔

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ سوکنوں کے درمیان اکثر رقابت کا جذبہ پایا جاتا ہے اور آپس میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت کے جذبات واحساسات بھڑکتے رہتے ہیں نوک جھونک نکتہ چینی اور ایک دوسرے پر طنز یہ الفاظ کے تیروں کا تبادلہ جاری رہتا ہے۔ ایسی مثال دیکھنے میں بہت ہی کم نظر آتی ہے کہ ایک مرد کی دو بیویاں آپس میں محبت وسلوک سے رہ رہی ہوں۔ سوکنیں ایک دوسرے کے بارے میں دل میں کوئی اچھا تاثر وجذبہ نہیں رکھتیں۔ سوکنوں کے درمیان جب کبھی کوئی اختلاف یا الجھن ہوگی تو وہ ایک دوسرے کے شوہر کو بُرا نہیں کہے گی کیونکہ دونوں کا شوہر ایک ہی ہے۔ سوکنیں آپس میں ایک دوسرے کے سسرال کو بھی بُرا نہیں کہیں گے کیونکہ سسرال بھی دونوں کا ایک ہی ہے لیکن جب جذبہ رقابت اُبھرتا ہے تو وہ ایک دوسرے کے والدین اور افراد خاندان کی طرف لوٹتا ہے کیونکہ والدین اور افراد خاندان دونوں بیویوں کے اپنے اپنے ہوتے ہیں۔

ذرا غور کریں کہ جو عورت نبی کریم ﷺ کی بیٹی کی سوکن ہوگی کیا احتمال نہیں کہ وہ اسی جذبہ رقابت میں اپنی سوکن کے والدین اور افراد خاندان کو ناپسند کرنے لگے۔ اب اگر یہ جذبہ مخالفت نبی کریم ﷺ کی طرف لوٹے اور اس کے بارے میں کسی

مسلم عورت کے دل میں بوجھ آیا تو کیا اس عورت کا ایمان باقی رہے گا؟ ہرگز نہیں۔ اب بتایئے ان عورتوں کے اسلام کو بچانے کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟

اس کا اس کے سوا اور کوئی حل ممکن نہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کی بیٹی پر سوکن آ ہی نہ سکے تا کہ پہلی بیوی کے جذبہ رقابت میں کہیں اس کے والد محترم کی (جو ایک نبی بھی ہیں) کہیں بے ادبی نہ ہو جائے۔ اس پہلو سے یہ حضور نبی کریم ﷺ کی خصوصیت ہو گی کہ آپ کی بیٹیوں کے ساتھ کوئی دوسری عورت نکاح میں جمع نہ ہو سکے اور حضور ﷺ کی کسی بیٹی پر کوئی سوکن نہ آ سکے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الخصائص الکبریٰ میں ایک باب باندھا ہے **'باب اختصاصہٖ ﷺ بان بناتہٖ لایتزوج علیھن '**(جلد۲) جب تک سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رہیں آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا' پھر جب تک سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں رہیں آپ نے اور نکاح نہیں کیا۔ جب تک سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا' سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رہیں آپ نے اور نکاح نہیں کیا۔

سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اور نکاح کئے اور سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے بھی اور نکاح کئے۔ یہ صورت حال کھلی واقعاتی شہادت ہے کہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا' حضور ﷺ کی ہی بیٹیاں تھیں۔ اگر یہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی پچھلک بیٹیاں ہوتیں تو ان کے نکاح میں ہونے سے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے اور نکاح کرنا منع نہ ہوتا۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بعد آپ نے کئی نکاح کئے۔ فاطمہ بنت ولید' فاختہ بنت غزوان' رملہ بنت شیبہ اور نائلہ سب آپ کی بیویاں تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کی اولادِ کرام

حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں دیں۔ ان سب کے نام یہ ہیں:

(۱) سیدنا قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضور نبی کریم ﷺ کے پہلے فرزند سیدنا قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو اعلان نبوت سے پہلے پیدا ہوئے اور انتقال بھی فرما گئے دو سال زندہ رہے حضور ﷺ کی کنیت 'ابوالقاسم' آپ ہی کے نام پر ہے۔

(۲) سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضور ﷺ کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں اعلان نبوت سے دس سال پہلے جب حضور ﷺ کی عمر مبارک تیس سال کی تھی پیدا ہوئیں ۸ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔

(۳) سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد میں یہ سب سے چھوٹے ہیں اعلان نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور بچپن میں انتقال فرما گئے۔ طیب و طاہر ان ہی کے لقب ہیں۔

(۴) سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اعلان نبوت سے سات سال پہلے جب حضور ﷺ کی عمر مبارک ۳۳ سال تھی مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئیں ۲ھ میں ۲۱ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

(۵) سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اعلان نبوت سے چھ سال پہلے پیدا ہوئیں ۹ھ میں ۲۸ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

(۶) سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ النساء فاطمہ الزھراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبوت کے پہلے سال میں پیدا ہوئیں جب کہ حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک اکتالیس سال تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا۔

(۷) سیدنا ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور ﷺ کو سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی ایک فرزند دیا ہے ان کا نام سیدنا ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے وہ بہت ہی چھوٹی عمر میں وفات پا گئے۔ حضور ﷺ کی سب سے آخری اولاد ہیں۔

خیر البنات سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

خیر البنات سیدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ، ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے اعلان نبوت سے دس سال پہلے مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئیں۔ اُن کی پیدائش سن ۳۰ میلادنبوی میں ہوئی یعنی جس وقت وہ پیدا ہوئیں حضور نبی کریم ﷺ کی عمر شریف (۳۰) تیس سال تھی۔ سید عالم ﷺ نے چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت فرمایا، اس حساب سے سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی کے اولین دس سال اعلان نبوت سے پہلے گزرے اور تیرہ سال اس کے بعد، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا، رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سے سب سے بڑی ہیں، بعض اہلِ سیر کے نزدیک

حضور نبی کریم ﷺ کے فرزند سیدنا قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن سے بڑے تھے تاہم اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی تینوں بہنوں سے بڑی تھیں۔ آپ نیک سیرت اور پاکیزہ اخلاق، باسلیقہ، باشعور اور عقل وفہم کی دولت سے بھی بہرہ یاب تھیں۔

جب رسول کریم ﷺ منصبِ رسالت پر فائز ہوئے تو ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کی صاحبزادیاں فوراً ایمان لے آئیں۔

مشرکین کی طرف سے سید عالم ﷺ کو اور آپ کے اہل وعیال کو جو تکلیفیں پہنچیں اُن سب میں سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اُن کی بہنیں شریک رہیں۔ سہ ۷ نبوی میں حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو شعب ابی طالب میں مقید کر دیا گیا، وہاں تین برس تک قید رہے اور فاقوں پر فاقے گذرے، اُن سب مصائب میں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضور نبی کریم ﷺ کی اولاد سب ہی شریک رہے۔

نکاح : حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی بڑی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کمسنی میں اعلان نبوت سے قبل ہی حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ربیع بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی سے کر دیا تھا جو ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حقیقی بہن ہالہ بنت خویلد کے لڑکے تھے یعنی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد تھے۔

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت شریف النفس اور امانت دار ہونے کے علاوہ صاحبِ مال وتجارت بھی تھے۔ مکہ معظّمہ میں اُن کی پوزیشن مالداری اور تجارت وامانت میں بڑی اونچی تھی۔ اعلانِ نبوت

سے پہلے بھی سید عالم ﷺ کو اُن سے گہرا تعلق تھا۔ ابوالعاص رضی اللہ عنہ جب کبھی سفر سے واپس آتے تو فوراً اپنی خالہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے گھر آتے۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی خواہش تھی کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے بھانجے ابوالعاص سے کر دیا جائے' چنانچہ انھوں نے ایک روز اس بارے میں حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا تو آپ نے یہ رشتہ پسند فرمایا۔

ابوالعاص اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں آپ کا نام لقیط ہے بعض نے مقسم' قاسم اور یاسر بھی لکھا ہے اکثر کے نزدیک لقیط درست ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مکہ معظّمہ میں ہوا اس وقت تک ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی زندہ تھیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو نبوت و رسالت سے سرفراز کیا اور آپ پر وحی نازل فرمائی تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا فوراً آپ پر ایمان لے آئیں' اُس وقت ابوالعاص ایک تجارتی سفر کے سلسلے میں مکہ معظّمہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ انھوں نے دوران سفر ہی میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت (اعلان نبوت) کے بارے میں خبریں سُن لی تھیں' جب گھر واپس پہنچے تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی زبانی اُن خبروں کی تصدیق ہوگئی' جب سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ میں نے بھی اسلام قبول کرلیا ہے تو وہ مخمصے میں پڑ گئے اور کہا اے زینب! کیا تم نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر میں حضور ﷺ پر ایمان نہ لایا تو پھر کیا ہوگا' بنت رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ میں اپنے صادق اور امین باپ کو کیسے جھٹلا سکتی ہوں؟ خدا کی قسم وہ سچے ہیں اور اُن پر میری ماں (سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور میری بہنیں (سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما) اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور تمہاری قوم سے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور تمہارے ماموں زاد بھائی سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بھی ایمان لے آئے ہیں

(افضل البنات سیدۃ النسآء فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت اعلانِ نبوت کے ایک سال بعد ہوئی)

اور میں تو یہ قیاس بھی نہیں کرسکتی کہ تم میرے باپ کو جھٹلاؤ گے اور اُن کی نبوت پر ایمان نہ لاؤ گے۔ ابوالعاص نے کہا مجھے تمہارے والد پر کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور نہ میں اُن کو جھٹلاتا ہوں بلکہ مجھے تو اس سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں کہ میں تمہارے ساتھ تمہارے طریقے پر چلوں لیکن میں اس بات سے گھبراتا ہوں کہ مجھ پر الزام دھریں گے اور کہیں گے کہ میں نے اپنی بیوی کی خاطر اپنے اباواجداد کے دین کو چھوڑ دیا ہے۔

اعلان نبوت کے بعد کفارِ مکہ نے سرورکائنات ﷺ اور دعوتِ حق پر لبیک کہنے والوں پر بے پناہ مظالم ڈھانے شروع کردیئے۔ قریش مکہ جو حضور ﷺ کی نیکیوں، خوبیوں، دیانت وامانت اور آپ کی سچائی وراستی کے معترف تھے یک لخت آپ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو دکھ پہنچانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھا، قریش مکہ نے سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دلوانے کے لئے اُکسایا اور بہت زور لگایا، حتٰی کہ انھوں نے ابوالعاص سے کہا کہ تم سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت محمد رسول اللہ ﷺ کو طلاق دے دو اور قریش میں سے جو لڑکی تم پسند کرو ہم اُسے تمہارے ساتھ نکاح کردیتے ہیں۔ ابوالعاص نے طلاق دینے سے صاف انکار کردیا اور کہا کہ خدا کی قسم زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے عوض کسی بھی عورت کی مجھے ضرورت نہیں اور نہ میں زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے سے جُدا کرسکتا ہوں۔ (بنات مصطفٰے ﷺ)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے ابوالعاص نہایت اچھا سلوک کرتے رہے۔ حضور ﷺ نے ابوالعاص کے اس طرزِ عمل کی ہمیشہ تعریف فرمائی اور فرمایا کہ ابوالعاص نے بہترین دامادی کا ثبوت دیا ہے۔

علماء کرام کے مطابق اُس وقت تک کافر و مومن میاں بیوی کی تفریق کے بارے میں کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا یہ واقعات ابتدائے اسلام کے ہیں اس لئے سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابوالعاص کے درمیان تفریق نہ کرائی گئی۔

سید عالم ﷺ کو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی طلاق سے زیادہ دلچسپی ابوالعاص کے قبولِ اسلام میں تھی۔

ہجرتِ رسول ﷺ :

ابوالعاص نے باوجود اتنی شرافت اور نیک نفسی کے اپنا آبائی مذہب ترک نہ کیا حتیٰ کہ حضور نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو ام المؤمنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اور اپنی صاحبزادیوں سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہن کو بُلا لیا لیکن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے پاس ہی رہیں۔

جنگ بدر اور ابوالعاص :

رمضان المبارک سنہ ۲ھ میں حق اور باطل کے درمیان پہلا معرکہ بدر کے میدان میں ہوا اس میں حق غالب رہا۔ جنگ بدر میں قریش مکہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوالعاص بن ربیع کو بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے لئے یہ بات صدمہ کا باعث تھی کہ ایک طرف اپنے شوہر اور بچوں کا خیال تھا اور دوسری طرف اپنے عظیم و شفیق باپ کا خیال ......جس سمت سے سوچتیں دِل ڈوبنے لگتا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ان ہی سوچوں میں گم تھیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی پھوپی عاتکہ بنت عبدالمطلب جو زبیر بن امیہ مخزومی کی ماں تھیں نے آ کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

سے پوچھا کہ اے بیٹی ...... کیا تو نے یہ عجیب خبر سُنی ہے کہ محمد (ﷺ) نے باوجود قلت صحابہ کے قریش کے لشکر عظیم پر فتح پائی ہے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے یہ خبر سُنی تو مارے خوشی کے اُن کے منہ سے بے اختیار نکلا وافرحتا لیکن پھر فوراً اپنے بچوں علی' امامہ سے لپٹ گئیں اور روتے ہوئے پوچھا میرے خاوند ابوالعاص کا کیا حال ہے؟ عاتکہ نے جواب دیا کہ وہ گرفتار ہوگئے ہیں اور اپنے سُسرِ کریم کی قید میں ہیں۔
(بنات مصطفٰے ﷺ)

جنگ میں شریک ہوئے مسلمانوں کو فتح ہوئی اور حضرت ابوالعاص بن الربیع دیگر مشرکینِ مکہ کے ساتھ قید کر کے مدینہ منورہ لائے گئے' اُن کو حضرت عبداللہ بن جبیر بن النعمان الانصاری رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔

جنگ بدر کے قیدی جب مدینہ منورہ لائے گئے تو یہ فیصلہ ہوا کہ قیدیوں سے فدیہ (جان کا بدلہ) لے کر انھیں رہا کر دیا جائے۔ ہر ایک قیدی کے عزیزوں نے کچھ نہ کچھ مکہ سے فدیہ بھیجا تھا۔ ابوالعاص بھی قیدیوں میں شامل تھے اور اُن کے پاس فدیہ کی رقم نہ تھی اس لئے انھوں نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو فدیہ کی رقم بھیجنے کے لئے پیغام بھیجا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے مکہ سے اپنے دیور عمرو بن الربیع کے ہاتھ یمنی عقیق کا ایک ہار اپنے شوہر کی رہائی کے لئے مدینہ منورہ بھیجا جو اُن کے گلے میں لٹکا رہتا تھا' یہ ہار سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اُن کی والدہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے شادی کے وقت جہیز میں دیا تھا۔ جب سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت میں یہ ہار پیش کیا گیا تو اس ہار کو دیکھ کر حضور ﷺ کو سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا یاد آ گئیں اور آپ پر بہت رقت طاری ہوگئی' آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور مارے غیرت وحیا کے صحابہ کرام کے سَر جُھک گئے اور آنکھیں زمین سے لگ گئیں۔

حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اگر تم رضامند ہوتو میں اپنی بیٹی زینب کو یہ ہار واپس بھیج دوں یہ اُس کی ماں کی نشانی ہے اور ابوالعاص کو رہا کردوں، ابوالعاص کا فدیہ صرف یہ ہے کہ وہ مکہ جا کر زینب کو فوراً مدینہ منورہ بھیج دیں۔ تمام صحابہ کرام نے ارشادنبوی ﷺ کے سامنے سرِتسلیم خم کردیا۔ حضرت ابوالعاص نے بھی یہ شرط قبول کرلی اور رہا ہوکر مکہ معظّمہ پہنچے اور پھر شرط کو پورا کیا۔ جس کی وجہ سے سیدکونین ﷺ نے اُن کی تعریف میں فرمایا **حدثنی فصدقنی ووعدنی فوفیٰ لی** (یعنی ابوالعاص نے مجھ سے بات کی اور سچ کہا اور مجھ سے وعدہ کیا جسے پورا کیا)۔

ہجرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا:

حضرت ابوالعاص نے مکہ معظّمہ پہنچ کر سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور نبی کریم ﷺ کے پاس مدینہ منورہ بھیجنے کی تیاری شروع کی۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت ابوالعاص کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا تا کہ وہ بطن یاجج کے مقام پر ٹھہر کر انتظار کریں، جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا مکہ معظّمہ سے وہاں پہنچیں تو انھیں ساتھ لے کر مدینہ منورہ آجائیں۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے وعدہ کے مطابق اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ہمراہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی جانب روانہ کردیا۔ کفار کو جب یہ خبر پہنچی کہ سرورِ کائنات ﷺ کی بیٹی مدینہ منورہ جارہی ہے تو انھوں نے کنانہ بن ربیع اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا تعاقب کیا اور مقام ’ذی طویٰ‘ میں انھیں جا گھیرا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار تھیں، کفار کی جماعت میں سے ہبار بن اسود نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے نیزہ سے زمین پر گرا دیا (یا اونٹ کا منہ پھیرنے کے لئے اپنا نیزہ گھمایا اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا گر پڑیں)

وہ حاملہ تھیں' سخت چوٹ آئی اور حمل ساقط ہوگیا (مدارج النبوت) کنانہ بن ربیع غضبناک ہوگئے اپنے تیر نکالے اور انھیں ترکش پر چڑھا کر للکارے کہ خبردار اب تم میں سے کوئی آگے بڑھا تو اُسے چھلنی کر دوں گا۔ کفار رُک گئے' ابوسفیان بھی اُن میں شامل تھے انھوں نے کہا' بھتیجے...... اپنے تیر روک لو' میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ کنانہ نے پوچھا' کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ ابوسفیان نے اُن کے کان میں کہا 'محمد ﷺ کے ہاتھوں ہمیں جس رسوائی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا ہے تم اس سے بخوبی واقف ہو۔ اگر تم محمد ﷺ کی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اس طرح کھلم کھلا ہمارے سامنے لے جاؤ گے تو ہماری بڑی بے عزتی اور ذلت ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس وقت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ہمراہ مکہ معظّمہ واپس لوٹ چلو اور پھر کسی وقت خفیہ طور پر مدینہ منورہ لے جانا' کنانہ نے یہ بات مان لی اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر مکہ معظّمہ واپس آ گئے۔ چند دن بعد وہ رات کے وقت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ہمراہ لے کر بطن یا جج پہنچے اور انھیں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے مکہ معظّمہ واپس چلے گئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ' سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ پہنچے۔

حضرت ابوالعاص کو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی' سیدہ زینب کے چلے جانے کے بعد وہ بہت بے چین رہنے لگے' ایک دفعہ جب وہ شام کی طرف سفر کر رہے تھے تو پُر دَرد آواز میں یہ شعر پڑھ رہے تھے:

ذكرت زينب كما وركت ارما	جب میں ارم کے مقام سے گزرا تو زینب کو یاد کیا
قلت سقيا لشخص يسكن الحرما	اور کہا کہ خدا اس شخص کو شاداب رکھے جو حرم میں مقیم ہے
بنت الامين جزاها الله صالحه	امین کی لڑکی کو خدا جزائے خیر دے
وكل بعل يشتى ماالذى علما	اور ہر خاوند اسی بات کی تعریف جس کو وہ خوب جانتا ہے

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ہجرت کرنے میں یہ دردناک مصیبت پیش آئی، اسی لئے حضور نبی کریم ﷺ نے اُن کے فضائل میں یہ ارشاد فرمایا کہ کہ **ھی خیر بناتی اصیبت فی** یعنی یہ میری خیر بنات ہے (بیٹیوں میں اس اعتبار سے بہت اچھی) کہ میری جانب ہجرت کرنے میں اتنی بڑی مصیبت اُٹھائی۔ خیال رہے کہ یہ خیریت اچھائی اس امر کے باعث ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو راہِ حق میں کئی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا، ایک مدت والد کریم کی رفاقت اور سفر ہجرت میں درپیش مشکلات ......

خیریت اور فضیلت میں فرق:

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے سفر ہجرت میں جو تکلیفیں اُٹھائی تھیں اُن کا اعتراف خود لسانِ نبوت سے منقول ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا: **خیر بناتی اصیبت فیّ** یہ میری خیر بنات ہے جسے میرے لئے اتنے مصائب سے گزرنا پڑا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا یہ اذیتیں اُٹھانا حضرت ابوالعاص کے ایمان لانے کا سبب بن گیا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی یہ اچھائی (خیر) حضرت ابوالعاص تک متعدی ہوئی اور یہ وہ صفت ہے جس میں آپ تینوں بہنوں سے ممتاز رہیں۔سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے شوہر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پہلے سے مسلمان تھے لیکن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابوالعاص پہلے سے مسلمان نہ تھے۔ جنگ بدر میں مشرکین کے ساتھ ہوکر آئے تھے پھر قید بھی ہوئے اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اُن کا فدیہ مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ بھیجنا پڑا اور وہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا دیا ہوا ہار تھا جو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے فدیہ میں بھیجا تھا ہار کا یہ واقعہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے مدینہ منورہ آنے کا سبب بنا۔ اب حضرت ابوالعاص سے جو نیکی اور قربانی عمل میں آئے گی وہ سب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ہی خیر شمار ہوگا جو مختلف افراد میں پھیلتا چلا گیا تھا۔

’خیر‘اور’افضل‘ کے الفاظ قابل غور ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی سب بیٹیوں میں افضل سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں اُن کی شان اپنی ذات میں بہت اونچی اور بلند ہے لیکن خیرالبنات سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہی شمار ہوں گی۔ اپنی ذات میں فضیلت رکھنا اور بات ہے اور دوسروں تک اچھائی پہنچے یہ پہلوئے خیر ہے۔عالم کبیر ملاّ علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

فباب الخیریة وھی الطاعة للحق والمنفعة للخلق متعد وباب الفضیلة لازم
(شرح فقہ اکبر) خیر جو طاقت حق اور لوگوں کو نفع پہنچانے کا نام ہے متعدی ہے اور فضیلت فعل لازم ہے۔

فضیلت کا دوسروں تک پہنچنا ضروری نہیں لیکن خیر کا دوسروں تک متعدی ہونا ضروری ہے۔افضل البنات سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا' سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھی تو خیرالبنات سیدہ زینب رضی اللہ عنہا' سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی ماں (ساس) ٹھہریں۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی سیدہ امامہ بنت ابی العاص سے نکاح کیا تھا اور یہ بھی خیرالبنات کا ہی خیر تھا جو سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو ملا اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے لئے درجہ شفقت مادری بنا اور دیکھا جائے تو اس پہلو سے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ بھی ذی النورین ہو گئے اور اسی جہت سے خیرالبنات سیدہ زینب رضی اللہ عنہا' سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی ماں ٹھہریں' اور افضل البنات آپ کی زوجہ محترمہ بنیں۔

حضرت ابوالعاص کا قبولِ اسلام :

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ بڑے شریف النفس اور دیانت دار آدمی تھے

لوگ اُن کے پاس اپنی امانتیں رکھتے۔ وہ نہایت دیانت کے ساتھ اُن کی حفاظت کرتے اور مالکوں کے طلب کرنے پرفوراً واپس کر دیتے تھے مکہ معظّمہ میں اُن کی اس قدر ساکھ تھی کہ لوگ اپنا مالِ تجارت انھیں دے کر فروخت کے لئے دوسرے ملکوں میں بھیجا کرتے تھے۔

سہ ٦ ھ میں ابوالعاص رضی اللہ عنہ ایک تجارتی قافلہ کے ہمراہ شام جارہے تھے کہ عیض کے مقام پر مجاہدین اسلام نے قریش کے قافلہ پر چھاپہ مارا اور تمام مال واسباب پر قبضہ کرلیا (اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ مسلمان دولت اور مال کے لئے مشرکین کے قافلوں پر ڈاکے ڈالتے تھے دراصل اُس زمانے میں کفارِ مکہ اسلام اور اہلِ اسلام کو صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے اور قبائلِ عرب کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے اُکسا رہے تھے لہذا یہ ضروری تھا کہ اُن قافلوں پر حملے کر کے ایک طرف تو اُن کا زور توڑا جائے اور دوسری طرف اُن کو ہوا کا رُخ بتایا جائے۔ سامان کو ضبط کرنے والا گروہ اُن مسلمانوں پر مشتمل تھا جو عرصہ تک کفارِ مکہ کے مظالم کا شکار رہے اور پھر تنگ آکر مکہ معظّمہ سے ہجرت کر کے ایک پہاڑی پر مقیم ہو گئے اور قریش مکہ کے تجارتی قافلوں کو پریشان کرنے لگے) حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ بھاگ کر مدینہ منورہ چلے گئے اور دوسرے مشرکین کو مسلمانوں نے گرفتار کرلیا۔ صبح کی نماز کے وقت جب مسلمان نماز میں داخل ہو چکے تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی آواز مسلمانوں کے کانوں میں پڑی۔ سیدہ نے ان الفاظ میں اعلان فرمایا **انی قد اجرت ابا العاص بن الربیع** میں ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دیتی ہوں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے سفارش کی کہ ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا مال انھیں واپس کر دیا جائے چونکہ انھوں نے مکہ معظّمہ میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا اس لئے حضور نبی کریم ﷺ ان کا لحاظ کرتے تھے۔

صحابہ کرام سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ احسان

کریں اور اُن کا مال واپس کردیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تو ہر وقت خوشنودی رسول اللہ ﷺ مطلوب تھی فوراً تمام مال واسباب حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو واپس کردیا۔ وہ تمام مال ومتاع لے کر مکہ معظّمہ پہنچے اور تمام لوگوں کی امانتیں واپس کردیں پھر اہلِ مکہ سے مخاطب ہوکر کہا ’اے اہلِ قریش‘ اب میرے ذمہ کسی کی کوئی امانت تو نہیں ہے؟ تمام اہلِ مکہ نے ایک زبان ہوکر کہا ’بالکل نہیں‘ خدا تمہیں جزائے خیر دے تم ایک نیک نہاد اور باوفا شخص ہو۔

مسلمانوں کے حسن سلوک نے ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے دل کی تقدیر بدل دی تھی چنانچہ مال واپس کردینے کے بعد اہلِ مکہ سے کہا: سُن لو کہ میں مسلمان ہوتا ہوں‘ خدا کی قسم اسلام قبول کرنے میں مجھے صرف یہ امر مانع تھا کہ تم لوگ مجھے خائن نہ سمجھو‘ یہ کہہ کر کلمہ شہادت سچے دل سے پڑھا **اشهد ان لااله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله** (میں نے یہاں پہنچنے کی کوشش اس لئے کی اور مدینہ منورہ میں کلمہ پڑھنے کے بجائے یہاں کلمہ اسلام پڑھا کہ اگر وہیں اسلام قبول کرلیتا تو تم لوگ یہ سمجھتے کہ ہمارے مال مارنے کے لئے مسلمان ہوگیا ہے اب میں نے تمہارے تمام حقوق ادا کردیئے ہیں اور اسلام قبول کرلیا ہے)

ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھ کر سب کو چھوڑا اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچے تو نبی رحمت ﷺ نے کمالِ شفقت ومحبت کا مظاہرہ فرمایا اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے دوبارہ اُن کا نکاح فرمادیا (اسدالغابہ)

چھ سال کے بعد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا‘ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دوبارہ آئیں۔ یہ محرم ۷ھ کا واقعہ ہے۔ اس واقعہ کے بعد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا زیادہ عرصہ زندہ نہ رہیں۔

وفات : سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ سنہ ۸ ھ میں اپنے خالق حقیقی کے حضور پہنچ گئیں اس کا سبب اسقاط حمل کی تکلیف تھی جو پہلی دفعہ مکہ معظّمہ سے آتے وقت ذی طویٰ کے مقام پر ہوا۔ آپ کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا۔ حضرت ام ایمن، ام المؤمنین سیدہ سودہ اور ام المؤمنیں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہن نے رسول اللہ ﷺ کی ہدایات کے مطابق میت کو غسل دیا۔ جب غسل سے فارغ ہوئیں تو حضور ﷺ کو اطلاع دی آپ نے اپنا تہہ بند عنایت فرمایا اور ہدایت کی کہ اُسے کفن کے اندر پہنا دو۔

صحیح بخاری میں مشہور صحابیہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں بھی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے غسل میں شریک تھی غسل کا طریقہ حضور نبی کریم ﷺ خود بتلاتے جاتے تھے آپ نے فرمایا پہلے ہر عضو کو تین بار یا پانچ بار غسل دو اور اس کے بعد کافور لگاؤ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے ام عطیہ میری بیٹی کو اچھی طرح کفن میں لپٹینا اسکے بالوں کی تین چوٹیاں بنانا اور اُسے بہترین خوشبوؤں سے معطر کرنا۔

نمازِ جنازہ رسول اللہ ﷺ نے خود پڑھائی اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے قبر میں اُتارا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ بیحد مغموم تھے آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپ فرمارہے تھے: 'زینب میری سب سے اچھی لڑکی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی'

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بہنیں ام کلثوم و فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی اس حادثہ فاجعہ کی وجہ سے نہایت پریشان اور غم زدہ ہوئیں، باقی مسلمان عورتیں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وفات پر جمع ہوئیں اور بلا اختیار رونے لگیں اور چیخ و پکار تک نوبت پہنچی

تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اُس وقت عورتوں کو سختی سے منع کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو روکا اور اس موقع پر سختی کرنے سے منع فرمادیا **وقال مهلا يا عمر ثم قال اياكن ونعيق الشيطن ثم قال انه مهما كان من العين ومن القلب فمن الله عزوجل ومن الرحمة وما كان من اليد ومن اللسان فمن الشيطان** (احمد، مشکوۃ) اے عمر ! اس سختی کرنے سے ٹھہر جایئے پھر حضور نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ شیطانی آواز نکالنے سے تم پرہیز کرو پھر ارشاد فرمایا جو آنسو آنکھ سے بہتے ہیں اور دل غمگین ہوتا ہے تو یہ خدا کی طرف سے ہے اور اس کی رحمت میں سے ہے اور جو کچھ ہاتھ یا زبان سے صادر ہوتا ہے وہ شیطان کی طرف سے ہے یعنی ہاتھ اور زبان سے صادر ہونے سے مراد پیٹنا اور واویلا کرنا ہے۔

مختصر یہ کہ سرورِ دوعالم ﷺ نے اپنی صاحبزادی کی وفات پر اُمت کو اس بات کی تعلیم فرمائی کہ ہاتھ اور زبان سے بے صبری کی حرکات صادر کرنا اور کلمات کہنا مسلمان کے لئے کسی طرح جائز نہیں۔ یہ جاہلیت کی رسومات تھیں جو وہ لوگ اپنے عزیز واقارب کی موت پر ادا کیا کرتے تھے اسلام نے آکر صبر اور برداشت کی تلقین فرمائی جو اس موقع پر حضور نبی کریم ﷺ کے ارشادات میں موجود ہے۔

تبرکات نبوی اور زادِ آخرت :

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا تہہ بند مبارک اُتار کر پہلے ہی اُن کے حوالے نہیں کردیا کہ کفن میں شامل کریں بلکہ ارشاد فرمایا کہ جب تم نہلاؤ تو مجھے اطلاع کرنا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ نبی اقدس ﷺ کے جسمِ مبارک کے ساتھ وہ تہہ بند زیادہ دیر لگا رہے اور قریب تر وقت میں اپنے جسم مبارک سے منتقل ہو اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے جسم سے لگے، تہہ بند کے منتقل کرنے میں زیادہ فاصلہ نہ ہو۔

یہ چیز صالحین کے آثار کے ساتھ تبرک پکڑنے میں اصل چیز ہے۔ **ولم يناولن ايّاه اوّلا ليكون قريب العهد من جدهٖ الكريم حتٰى لايكون بين التقاله من جسد الىٰ جسدها فاصل وهو اصل فى التبرك بآثار الصالحين** (فتح الباری، شرح بخاری)

قبر میں تبرکات رکھنا سنت صحابہ علیہم الرضوان ہے :

صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حضور نبی کریم ﷺ کے تبرکات سے والہانہ پیار تھا اور وہ اُن کو دُنیا میں شفاء کے لئے اور بعد وصال حصولِ رحمت کے لئے وسیلہ بناتے تھے۔ صحابہ کرام کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ کے تبرکات محفوظ تھے جن کو وہ جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور اُن سے برکت حاصل کرتے تھے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور نبی کریم ﷺ کے تبرکات کو زادِ آخرت سمجھتے تھے اور اُن کو بعد وفات بھی اپنے پاس سے جُدا کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

(☆) حضور ﷺ نے غزوۂ خیبر میں ایک صحابیہ کو خود دستِ مبارک سے ایک ہار پہنایا تھا وہ اُس کی اتنی قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر گلے سے جُدا نہیں کیا اور جب انتقال کرنے لگیں تو وصیت کی کہ اُن کے ساتھ وہ بھی دفن کر دیا جائے (مسند ابن حنبل)

(☆) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور نبی کریم ﷺ کا ایک قمیص، ایک تہبند، ایک چادر اور چند موئے مبارک تھے۔ انہوں نے وفات کے وقت وصیت کی کہ یہ کپڑے کفن میں لگائے جائیں اور موئے مبارک، منہ آنکھوں اور ناک میں بھر دیئے جائیں (نزہۃ الابرار تذکرہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ)

(☆) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی کہ میری وفات کے بعد حضور ﷺ کے موئے مبارک میری زبان کے نیچے رکھ دینا...... چنانچہ اسی حالت

میں دفن کئے گئے۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضور نبی کریم ﷺ کے تبرکات کو راحتِ قبر کا وسیلہ سمجھ کر اپنی قبروں میں لے جاتے ہیں۔

(☆) ابونعیم سے **معرفته الصحابه** میں اور دیلمی نے مسندالفردوس میں روایت فرمایا کہ حضور ﷺ نے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو قمیص کا کفن دیا اور کچھ دیر اُن کی قبر میں لیٹ کر آرام فرمایا۔ وجہ پوچھنے پر ارشاد فرمایا: ہم نے اپنی چچی صاحبہ کو اپنی قمیص اس لئے پہنائی تاکہ انہیں جنت کا لباس پہنایا جائے اور اُن کی قبر میں اس لئے آرام فرمایا تاکہ انھیں تنگی قبر سے امن ملے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لباس جنتی جوڑے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور جس جگہ اُن کا قدم مبارک پڑ جائے وہاں آفات سے امن ہوجاتا ہے (مدارج النبوۃ)

تبرکات شریف کی برکتیں یقیناً زندگی میں بھی اور بعد انتقال بھی نصیب ہوتی ہیں۔ ممکن ہو تو اپنے عزیزوں کی میت کے ساتھ کچھ نہ کچھ تبرکات ضرور قبر میں رکھے جائیں۔ آب زمزم قبر میں چھڑکا جائے، حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ جس طرح مغفرت الٰہی کا وسیلہ ہے آپ کے تبرکات بھی مغفرت کا وسیلہ ہیں۔

بزرگوں کے تبرکات دافع بلاء ہیں۔ تبرکات کی بے حرمتی کفار کا طریقہ ہے۔ اُس زمانہ میں قوم عالقہ نے تبرکات کی بے حرمتی میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی اور یہی بے حرمتی ہلاکت کا سبب نبی اور وہ مصیبتوں میں گرفتار ہوگئے۔

معلوم ہوا کہ مومن وہ ہے جو مقبول بندوں کے تبرکات کی تاثیر کا قائل ہو، اس کا انکار اللہ تعالٰی کی قدرت کا انکار ہے۔ (ہم نے اپنی کتاب 'حقیقت شرک' میں بہت تفصیل سے ذکر کر دیا ہے کہ بزرگوں کے تبرکات دافع بلاء ہیں)

حضور نبی کریم ﷺ اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی فطرت :

اکثر دیکھا گیا ہے کہ باپ کے بدنی خصائص اور آثار خلیات اولاد میں بھی ساتھ ساتھ چلتے ہیں ڈاکٹر لوگ خون ملا کر اصل اور فرع کو بھانپ لیتے ہیں۔ باپ بیٹے کا خون عام طور پر مِل جاتا ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی عورت (زینب بنت حارث) حضور ﷺ کی خدمت میں بکری کا گوشت لائی جس میں زہر ملا ہوا تھا آپ نے اس سے کچھ گوشت کھایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صورتِ حال سے اطلاع دے دی اور آپ نے ہاتھ کھینچ لیا (صحیح بخاری) حضور نبی کریم ﷺ زہر کے مہلک اثر سے محفوظ رہے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محسوس کرتے تھے کہ آپ کے تالو میں اس کے اثرات ہیں محدثین لکھتے ہیں: **ان اثر تلك اللقمه من الشاة كان باقيا تعتريه حتٰی الوفات اذ كان يعرف ذٰلك بتغير لون اللهوات** اس زہریلے لقمے کا اثر باقی رہا' یہ صورت آپ کو وفات تک پیش آتی رہی اور یہ صورت تالو کے رنگ تبدیلی سے پہچانی جاتی تھی۔ وفات کے وقت آپ نے اس کے پورے اثر کو محسوس کیا اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ اس پہلو سے آپ کو شہید کہتے رہے۔ آپ نے اس مرض میں یہ بھی فرمایا کہ اس زہر کا اثر ہمیشہ ہوتا رہا مگر اب اس نے اپنا پورا کام کر دیا تو اس معنٰی سے حضور ﷺ کی زہر سے شہادت ہوئی۔

مہلک اثرات کا پہلے دبے رہنا اور وفات کے قریب پھر سے تازہ ہونا حضور ﷺ کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا میں بھی دیکھا گیا۔ حضور ﷺ نے اپنے سفر ہجرت میں جو تکلیفیں اُٹھائی تھیں اُن کا اعتراف خود لسان نبوت سے منقول ہے حضور ﷺ نے فرمایا تھا **خير بناتي اصيبت فيّ** جس طرح حضور ﷺ نے وفات کے وقت اس زہر کے اثرات بڑی بے چینی سے محسوس کئے یہ صورت

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں بھی دیکھی گئی' وفات سے قبل اُن کے وہی زخم پھر سے تازہ ہوگئے یہ ایک عجیب بدنی نسبت تھی جو حضور نبی کریم ﷺ سے آپ کی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا میں منتقل ہوئی اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی شہید ہوکر دُنیا سے رخصت ہوئیں۔ **فلم تزل وجعة حتٰی ماتت من ذٰلك الرجع فكانوا يرون انها شهيدا** (مجمع الزوائد) حافظ ابن کثیر نے بھی آپ کے لئے شہیدہ کے الفاظ لکھے ہیں' **ماتت شهيدة**' (البدایہ والنہایۃ)

اس قسم کے واقعات بتلا رہے ہیں کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بعض جسمانی حالات میں حضور ﷺ کے بعض جسمانی حالات کارفرما تھے یہ فطری مناسبت تاریخ کا ایک ناقابل انکار واقعہ ہے سو اس میں ہرگز کسی پہلو سے تردد نہیں کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا' حضور نبی کریم ﷺ کی ہی صاحبزادی تھیں اور حضور ﷺ کے بدنی اثرات آپ کی بیٹی میں دیکھے گئے۔ شہید باپ کی شہیدہ بیٹی میں یہ اثر بہت نمایاں تھا پھر آپ یہ بھی دیکھے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوالعاص بن ربیع بدر کے قیدیوں میں قید ہوکر جب حضور ﷺ کے پاس آئے تو حضور ﷺ کا جذبہ پدری کس طرح سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے احساسات کا ساتھ دے رہا تھا اور آپ نے اپنی بیٹی کے لئے کس قسم کا درد اپنے دِل میں محسوس کر رہے تھے کبھی کسی نے بیوی کی پچھلک اولاد کے بارے میں اس قسم کے جذبات شفقت ابھرتے دیکھے؟ بالخصوص جب کہ اُن کی والدہ بھی موجود نہ رہی ہو اور پرورش کنندہ باپ اس کی جگہ اور کئی شادیاں کر چکے ہوں۔

حق یہ ہے کہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضور ﷺ اپنی اولاد کے لئے ماں اور باپ دونوں کی شفقت کا سایہ تھے حضور نبی کریم ﷺ نے اسی احساس درد سے فرمایا تھا کہ یہ میری خیر بنات ہے جسے میرے لئے اتنے مصائب سے گزرنا پڑا۔

جس دن مکہ فتح ہوا اس دن حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے نواسے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بیٹے علی بن ابی العاص کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا...... پس حق یہی ہے کہ یہ علی، حضور ﷺ کے حقیقی نواسے تھے اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا آپ کی حقیقی صاحبزادی تھیں اور اپنے والد محترم کی شفقت و محبت کی بجا طور پر حقدار تھیں۔

اولاد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا :

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک فرزند جن کا نام علی رضی اللہ عنہ تھا اور ایک صاحبزادی امامہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

علی رضی اللہ عنہ سبط رسول اللہ ﷺ :

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اُن کے والد حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے رضاعت کے لئے ایک قبیلہ میں چھوڑ رکھا تھا حضور نبی کریم ﷺ نے اُن کو ایام رضاعت کے بعد مدینہ منورہ منگوالیا اور اُن کی پرورش اپنی تربیت میں فرمائی۔ فتح مکہ کے روز یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سبط محمد رسول اللہ ﷺ اپنے نانا جان کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔

علی رضی اللہ عنہ نے سَن بلوغ کے قریب حضور نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں وفات پائی، بعض علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ جنگ یرموک میں شہادت سے سرفراز ہوئے (زرقانی)

امامہ رضی اللہ عنہا بنت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا :

حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی نواسی امامہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی آپ اُن کو اپنے دوش مبارک پر بٹھا کر مسجد نبوی میں تشریف لے جاتے تھے۔ جس طرح

حضور ﷺ اپنے نواسوں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو اپنے دوش مبارک پر سوار کرتے تھے اسی طرح اپنی نواسی امامہ رضی اللہ عنہا بنت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو بھی اپنے دوش مبارک پر اُٹھا لیتے تھے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے اور اس دوران اپنی نواسی امامہ بنت زینب (حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی بیٹی) کو اُٹھائے ہوئے ہوتے **فاذا سجد وضعها واذا قام حملها** جب سجدہ کرتے تو انھیں اُتار دیتے اور جب کھڑے ہونے لگتے تو انھیں بھی اُٹھا لیتے (بخاری شریف)

علامہ سید مومن شبلنجی یوں رقمطراز ہیں **فاذا ركع وضعها واذا رفع راسه من السجود اعادها** (نورالابصار فی مناقت آل بیت النبی المختار) حضور نبی کریم ﷺ جب رکوع فرماتے تو انھیں (امامہ رضی اللہ عنہا) کو نیچے اُتار دیتے اور جب سجدہ سے سَر مبارک اُٹھاتے تو انھیں پھر کندھے پر اُٹھا لیتے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ کے ایک حلہ بھیجا جس کے ساتھ سونے کی ایک انگوٹھی بھی تھی جس کا نگینہ حبشی تھا حضور ﷺ نے یہ انگوٹھی امامہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائی۔

فرمان رسول ﷺ :

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ امامہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا **اَحَبُّ اَهلِیَ اِلَـیَّ** ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک روز کسی نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا جس میں ایک زرین ہار تھا ازواج مطہرات سب ایک مکان میں جمع تھے امامہ رضی اللہ عنہا مکان کے ایک گوشہ میں مٹی سے کھیل رہی تھیں حضور ﷺ نے ہم سب سے پوچھا کہ یہ ہار کیسا ہے؟ ہم نے عرض

کیا کہ اس سے خوبصورت وعجیب ہار ہمارے دیکھنے میں نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہ ہار اُس کو دوں گا جو میرے گھر والوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ تمام ازواج مطہرات نے یہ خیال کرلیا کہ یقیناً یہ ہار سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائیں گے مگر حضور ﷺ نے امامہ رضی اللہ عنہا کو قریب بلایا اور اپنی پیاری نواسی کے گلے میں اپنے دست مبارک سے یہ ہار ڈال دیا (زرقانی۔الاصابہ)

وصیت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا:

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پیشتر اپنی صاحبزادی امامہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ماموں زاد بھائی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں دے دیا۔ سیدہ النسآء فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے سیدنا علی کرم اللہ وجہ کو وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد میری بھانجی امامہ رضی اللہ عنہا بنت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے نکاح میں لے لیں وہ میری اولاد کے حق میں میری قائم مقام ہوگی' چنانچہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد امامہ رضی اللہ عنہا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ایماء پر سیدنا علی کرم اللہ وجہ کے عقد نکاح میں آئیں۔

جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ مجروح ہوئے تو آپ نے امامہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمائی کہ اگر وہ نکاح کرنا چاہیں تو حضور نبی کریم ﷺ کے چچا حارث کے پوتے مغیرہ رضی اللہ عنہ بن نوفل سے کرلیں' وصیت پر عمل کیا گیا' امیر المؤمنین سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی اجازت سے نکاح ثانی پڑھا گیا۔ امامہ رضی اللہ عنہا نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے ہاں وفات پائی۔

حضور نبی کریم ﷺ کی نسل شریف صرف سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے چلی اور کسی صاحبزادی سے آپ کی نسل نہیں بڑھی (الاصابہ)

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کی دوسری صاحبزادی ہیں' والدہ ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں یہ اعلان نبوت سے سات سال پہلے مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئیں جب کہ حضور نبی کریم ﷺ کی عمر ۳۳ سال تھی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنی بڑی بہن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے تین سال چھوٹی تھیں۔

عقد اول : جب حضور نبی کریم ﷺ کی بڑی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوگئی جو بنوعبدالعزیٰ بن عبدالشّمس بن عبدمناف میں سے تھے تو بنو ہاشم کو خیال ہوا کہ شاید سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی طرح سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے نکاح بھی کہیں اپنی قوم و برادری سے باہر کسی دوسرے قبیلے میں نہ ہو جائیں۔ اس لئے نکاح سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے تھوڑا عرصہ بعد بنی عبدالمطلب ابو طالب کو ساتھ لے کر سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے پیغام لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ابو طالب نے بات شروع کرتے ہوئے کہا کہ اے بھتیجے' آپ نے زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا ہے بے شک وہ اچھا داماد اور شریف انسان ہے لیکن آپ کے چچا زاد کہتے ہیں کہ جس طرح آپ ﷺ پر خدیجۃ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ بنت خویلد کے بیٹے کا حق ہے اسی طرح سے آپ پر ہمارا بھی حق ہے اور حسب ونسب میں اور شرافت میں بھی ہم سے کم نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات درست ہے اس پر ابو طالب نے کہا کہ ہم رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کا رشتہ آپ کے چچا ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے لئے مانگنے آئے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے چچا قرابت داری اور رشتہ داری سے تو انکار نہیں لیکن اس معاملہ میں آپ مجھے کچھ مہلت دے دیں۔

عتبہ اور عتیبہ کی ماں ام جمیل بنت حرب (ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بہن) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پھوپی تھی جونہایت زبان دراز، سنگ دل، بداخلاق اور بدمزاج عورت تھی اس لئے ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ڈرتی تھیں کہ ابولہب کے گھر میں اسی عورت کے ساتھ میری لڑکیوں کی گزران کیسے ہوگی اُس زمانے میں رسول اللہ ﷺ ذکر الٰہی میں زیادہ مشغول رہنے لگے تھے اس لئے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنے ان خدشات کا اظہار کر کے حضور نبی کریم ﷺ کو پریشان کرنا نہ چاہتی تھیں اس لئے انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا کوئی ذکر نہ کیا، چنانچہ اعلان نبوت سے پہلے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے نکاح بالترتیب ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہو گئے چونکہ لڑکیاں ابھی بالغ نہ تھیں اس لئے رخصتی نہ ہوئی (بنات مصطفےٰ ﷺ)

طلاق : جب سورۂ لہب ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾ ٹوٹ جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہو گیا) نازل ہوئی جس میں ابولہب اور اس کی بیوی (ام جمیل) کی مذمت و بُرائی کی گئی ہے اور اُن کے دوزخ میں جانے سے مطلع کیا گیا ہے اس سورت کے نازل ہونے پر ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں سے کہا **راسی من راسکما حرام ان لم تفارقا ابنتی محمد** (نورالابصار) کہ جب تک محمد ﷺ کی دونوں بیٹیوں کو طلاق نہ دو گے میرا سَر تمہارے سروں سے جدا رہے گا جب تک طلاق نہ دے دو اس وقت تک میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں۔ ابولہب کی بیوی (ام جمیل) نے بھی بیٹوں سے کہا کہ یہ دونوں لڑکیاں (یعنی حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیاں (العیاذ باللہ)

بد دین ہوگئی ہیں لہذا اُنکو طلاق دے دو' چنانچہ ابولہب کے دونوں لڑکوں نے ماں باپ کے کہنے پر عمل کیا اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو قبل از قرابت (رخصتی سے پہلے) ہی اپنے نکاح سے جُدا کر دیا یعنی طلاق دے دیا۔

عرب معاشرہ میں بیوی کی پچھلک بیٹیاں یا لے پالک بیٹیاں کبھی غیرت یا دشمنوں کی عداوت کا موضوع نہیں بنیں اور اُن کی تکلیف کبھی اس وقتی باپ کی تکلیف نہیں سمجھی گئی۔ ابولہب کا اپنے بیٹوں کو حکم دینا کہ سیدہ رقیہ وسیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما کو طلاق دے دو' یہ اسی لئے تھا کہ اس سے حضور نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچے۔ وہ اس لئے انھیں طلاق نہیں دلوا رہا تھا کہ اس سے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو اذیت پہنچے۔ اُونچے گھرانوں میں پچھلک بیٹیاں خیرات (ہمدردی' نیکی وبھلائی) کا موضوع تو بن سکتی ہیں عداوت کا نہیں۔ عداوت اُن ہی بچوں سے ہوتی ہے جو اُس خاندان کے ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت زیر بحث تھی اور قرآن کریم آپ پر ہی اُترا تھا سورہ **تبت یدا** اسی میں تھی اس سے چڑ کر ابولہب' حضور نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچانے کی تو سوچ سکتا ہے' اُس سے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی یتیم بچیوں سے عداوت پیدا ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ عتبہ اور عتیبہ کا سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کا واقعہ پُکار پُکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ حضور نبی کریم ﷺ کی ہی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ پچھلک یا لے پالک ہرگز نہ تھیں۔۔ لے پالک بیٹیاں دوسرے باپ کے لئے کبھی اس طرح غیرت کا موضوع نہیں بنتیں اور نہ تاریخ عرب میں اس کی کوئی نظیر ملتی ہے۔

عتبہ بن ابولہب :

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ابولہب

کے بیٹے عُتبہ سے کر دیا تھا۔ عتبہ نے ابولہب اورام جمیل کے کہنے پر رخصتی سے پہلے ہی طلاق دے دی لیکن کسی قسم کی گستاخی اور بے ادبی نہیں کی اور نہ ہی زبان سے نامناسب الفاظ نکالے۔ اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔ عتبہ کے متعلق الاصابہ، الاستیعاب اوراسدالغابہ میں لکھا ہے کہ وہ مسلمان ہوگئے تھے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اصابہ میں لکھتے ہیں کہ 'جب حضور نبی کریم ﷺ فتح کے موقع پر مکہ معظّمہ تشریف لائے تو آپ نے اپنے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہارے بھائی (ابولہب) کے بیٹے عتبہ اور معتب کہاں ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ وہ دونوں مکہ معظّمہ چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اُن کو لے آؤ، چنانچہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اُن کو عرفات سے جا کر لے آئے وہ دونوں عجلت کے ساتھ آگئے اور اسلام قبول کرلیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے چچا کے ان دونوں لڑکوں کو اپنے رب سے مانگ لیا ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ عتبہ رضی اللہ عنہ مکہ معظّمہ ہی میں رہے اور وہیں وفات پائی، غزوۂ حنین کے موقعہ پر یہ دونوں بھائی حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نکاح :

جب حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عتبہ سے کر دیا تو اُس کی خبر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو لگی وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اس خبر سے اُن کو بڑا ملال ہوا اور یہ حسرت ہوئی کہ کاش میرا نکاح محمد (ﷺ) کی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا سے ہوجاتا۔ یہ سوچتے ہوئے اپنی خالہ حضرت سعدیٰ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اوراُن سے تذکرہ کیا۔ خالہ صاحبہ نے اُن کو اسلام کی ترغیب دی، وہاں سے چل کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے

اور اُن کو اپنی خالہ کی باتیں بتائیں جو انھوں نے اسلام کی ترغیب دیتے ہوئے کہی تھیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اُن کی باتوں کو سراہتے ہوئے خود بھی دعوتِ اسلام پیش کی اور فرمایا: **ویحك یاعثمان انك لرجل حازم ایخفیٰ علیك الحق من الباطل هذه الاوثان التی یعبدها قومك الیست حجارة صُمًّا لاتسمع ولاتبصر لاتضر ولاتنفع** افسوس اے عثمان (اب تک دعوتِ حق تم نے قبول نہیں کی) تم تو ہوشیار اور سمجھدار آدمی ہو، حق اور باطل کو پہچان سکتے ہو، یہ بُت جن کو تمہاری قوم پوجتی ہے کیا گونگے پتھر نہیں ہیں جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ نفع ضرر پہنچا سکتے ہیں؟ یہ سُن کر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بے شک آپ نے سچ کہا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سید عالم ﷺ، سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لئے تشریف لے آئے اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی مکرم ﷺ کے سامنے اسلام قبول کر لیا۔

ان ہی دنوں میں ابولہب کے بیٹوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیوں کو طلاق دے دی تھی لہذا حضور نبی کریم ﷺ نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا (الاصابہ)

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مکہ مکرمہ میں ہوا جو اللہ تعالیٰ کے ایماء و رضا سے تھا۔

طبرانی نے 'معجم' میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **ان اللہ اوحیٰ الی ان ازواج کریمتی عثمان بن عفان** کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ میں اپنی کریمہ کا نکاح عثمان بن عفان سے کر دوں۔۔ جب سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا

تو اُس وقت یہ بات مکہ مکرمہ میں بہت مشہور ہوئی **احسن زوجین راهما انسان رقیه وزوجها عثمان** سب سے اچھا جوڑا جو دیکھا گیا ہے وہ رقیہ وعثمان ہیں۔

علماء تاریخ نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو حسن اور جمال کے وصف سے خوب نوازا تھا۔ صاحبِ تاریخ الخمیس اپنی تاریخ میں اور محبّ الطبری اپنی کتاب 'ذخائر العقبٰی' میں اسے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں : **وکانت ذات جمال رائع** یعنی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نہایت عمدہ جمال کی حامل تھیں جس وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اُن کی شادی اور بیاہ ہوا ہے تو اس دور کے قریش کی عورتین ان زوجین پر رشک کرتی تھیں اور دونوں کے حُسن و جمال کو مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ تعبیر کرتی تھیں **وتزوجها عثمان بن عفان وکانت نساء قریش یقلن حین تزوجها عثمان 'احسن شخصین رای انسان رقیه وبعلها عثمان** یعنی قریش کی عورتیں کہتی تھیں کہ انسان نے جو حسین ترین جوڑا دیکھا ہے وہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے خاوند عثمان رضی اللہ عنہ ہیں (تفسیر القرطبی)

اس نکاح پر صحابیہ سعدیٰ بنتِ کُرز رضی اللہ عنہا کے یہ اشعار ہیں:

هدی الله عثمان الصفی بقولهٖ فارشده' والله یهدی الی الحق

وانکح المبعوث احدیٰ بناتهٖ فکان کبدرٍ مازح الشمر فی الافق

اللہ تعالیٰ نے عثمان باصفا کو اپنے اس قول سے (کہ اللہ تعالیٰ حق کی طرف ہدایت دیتا ہے) ہدایت اور رہنمائی بخشی ......اور حضور ﷺ نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح آپ سے کر دیا...... آپ ایسے چودھویں کے چاند کی طرح تھے جو اُفق میں سورج کو شرما رہا ہو (آل رسول)

ہجرت حبشہ :

اسلام کے ابتدائی دور میں کفار ومشرکین کی جانب سے مسلمانوں پر مختلف قسم کے

دباؤ ڈالے جارہے تھے طرح طرح کی اذیتیں اور مصائب وتکالیف کا اہلِ اسلام کو سامنا کرنا پڑتا تھا اس دوران نبی کریم ﷺ نے اُن لوگوں کو جو مسلمان ہو چکے تھے یہ مشورہ دیا کہ حبشہ کی طرح اگر تم سفر اختیار کرلو تو بہتر رہے گا اس لئے کہ حبشہ کا بادشاہ ایسا شخص ہے جو کسی پر ظلم نہیں کرتا وہاں لوگ آرام وسکون سے زندگی بسر کرسکیں گے وہاں لوگوں پر کسی قسم کی زیادتی نہیں کی جاتی اور وہ پُر امن علاقہ ہے پھر اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی کشادگی کی صورت فرمادیں گے۔

اس وقت نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے چندلوگ حبشہ کی طرف ہجرت کے ارادہ سے نکل پڑے یہ لوگ اہل مکہ کے فتنہ سے بچنا چاہتے تھے اور اللہ کے دین کو بچانے کے لئے گھر سے نکل پڑے تھے اور یہ اسلام میں پہلی ہجرت تھی جو اہل اسلام کو پیش آئی۔ قرآن مجید میں مہاجرین کے حق میں بہت سی فضیلت کی آیات آئی ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِى اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَاظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ...... ﴾ (النحل) جن لوگوں نے ستم رسیدہ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کی اور ترک وطن کیا ان لوگوں کو ہم دُنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا اجرت بہت بڑا ہے۔

یہ آیات قرآنی عام ہیں اور ہر اس ہجرت کو شامل ہیں جو دین کی خاطر ہو۔ مہاجرین حبشہ بھی اس میں شامل ہیں وہ ان فضیلتوں کے حامل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مصائب وشدائد پر مرتب فرمائیں اور انھیں بڑے انعامات سے نوازا۔

مکہ معظّمہ سے حبشہ کی طرف جن مسلمانوں نے ہجرت فرمائی اُن میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ بھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کا یہ پہلا قافلہ تھا۔ نبوت کے پانچویں سال میں ہجرت حبشہ کا یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو ہجرت کا شرف پہلے حاصل ہوا' اُن کو اپنے خاوند کے ساتھ یہ سعادت نصیب ہوئی۔ دین کی حفاظت کی خاطر سفر کے مصائب برداشت کرنا کوئی معمولی شرف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بہت بڑا اجر ہے۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے احوال کی دریافت :

ہجرت حبشہ کے بعد ہجرت کرنے والوں کی خیر و عافیت کے احوال ایک مدت تک معلوم نہ ہوسکے۔ نبی کریم ﷺ کو اُن کے متعلق پریشانی وفکر لاحق تھی اسی دوران قریش کی ایک عورت حبشہ کے علاقہ سے مکہ معظّمہ پہنچی۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے ہجرت کرنے والوں کے حال احوال دریافت فرمائے تو اُس نے بتلایا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور داماد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو میں نے دیکھا ہے۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیسی حالت پر دیکھا ہے؟ تو اُس نے ذکر کیا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کو ایک سواری پر سوار کئے ہوئے لے جارہے تھے اور خود سواری کو پیچھے سے چلا رہے تھے تو اُس وقت نبی کریم ﷺ نے جملہ دُعائیہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اُن دونوں کا مصاحب اور ساتھی ہو۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اُن لوگوں میں سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کی۔

حبشہ سے مکہ معظّمہ واپسی :

مہاجرین حبشہ نے حبشہ کے علاقہ میں ایک مدت گزاری پھر وہاں سے مکہ معظّمہ کی طرف واپس ہوئے۔ اُن مہاجرین حبشہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سمیت واپس ہوئے۔ اسی دوران نبی کریم ﷺ مکہ معظّمہ

سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے جا چکے تھے ہجرت حبشہ کے بعد پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ منورہ کے لئے تیار ہو گئے اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سمیت مدینہ منورہ کی طرف دوسری ہجرت کی۔

دوبارہ ہجرت کا اعزاز :

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سمیت دو ہجرتوں کے مہاجر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے راستے میں دین کی خاطر دو مرتبہ ہجرت اور دوسری مرتبہ مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کا شرف حاصل ہوا۔ دو بار ہجرت کی فضیلت ایک بہت بڑا اشرف ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُن کو نصیب فرمایا' اس سلسلہ میں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی ان دو ہجرتوں سے مشرف ہوئیں اور اُن کو یہ عظیم فضیلت حاصل ہوئی۔ دو بار ہجرت کی فضیلت اس حدیث سے بھی ثابت ہے جس میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا یہ واقعہ مذکور ہے ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو کہہ دیا کہ ہم نے (مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت کرنے میں تم سے سبقت کی۔ پس ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تم سے زیادہ حقدار ہیں۔ یہ سُن کر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا غصہ میں آ گئیں اور حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جا کر شکایت کی کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یوں کہتے ہیں تو حضور نبی کریم ﷺ نے تسلی دلائی اور فرمایا کہ **لہ ولاصحابہٖ ھجرۃ واحدۃ ولکم انتم اھل السفینہ ھجرتان** یعنی اس کے اور اُس کے ساتھیوں کے لئے ایک ہجرت ہے اور اہل سفینہ (ہجرت حبشہ میں کشتیوں پر سواری پیش آئی تھی کشتیوں کے بغیر اُس زمانہ میں حبشہ کی طرف سفر نہیں ہوتا تھا اس لئے مہاجرین حبشہ کو 'اہل سفینہ' کشتی والوں سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے) تمہارے لئے دو عدد ہجرتیں ہیں' تمہارے لئے دو گنا ثواب ہے (مسلم شریف)

ارشادِ رسول ﷺ :

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے ہجرت فی سبیل اللہ کی سنت کو اپنے شوہر کا ساتھ دے کر قائم کیا۔ آپ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو ہجرتیں کیں۔ ایک حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ منورہ کی طرف۔سید عالم ﷺ نے اُن کی شان میں فرمایا: **انهما لاول من هاجر بعد لوط وابراهيم** لوط علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی (مدارج النبوت)

اولادِ رقیہ رضی اللہ عنہا :

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے صرف ایک صاحبزادہ پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا اس صاحبزادہ کی ولادت حبشہ میں ہوئی تھی۔ اسی نام کی نسبت سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت 'ابوعبداللہ' مشہور ہوئی۔ اپنے والدین کے ساتھ نواسہ رسول عبداللہ مدینہ منورہ پہنچے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ جب قریباً چھ سال کے تھے کہ اُن کی آنکھ میں ایک مرغ نے ٹھونگ لگا کر زخم کر دیا جس کی وجہ سے اُن کا چہرہ متورم ہو گیا تھا پھر وہ ٹھیک نہ ہو سکا اسی حالت میں وہ انتقال کر گئے۔

یہ اپنی والدہ کے بعد جمادی الاولی سنہ ۴ھ میں مدینہ طیبہ میں فوت ہوئے (زرقانی، اسدالغابہ) جب صاحبزادہ عبداللہ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انتقال ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ نہایت غمگین ہوئے اسی پریشانی کی حالت میں حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے نواسہ کو اُٹھا کر گود میں لیا آپ کی آنکھیں اشکبار ہوئیں اور فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ رحیم وشفیق بندوں پر رحم فرماتا ہے اس کے بعد نماز جنازہ خود پڑھی پھر دفن کرنے کے لئے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ قبر میں اُترے اور اُن کو دفن کر دیا۔

اس تمام واقعہ میں نبی کریم ﷺ شریک غم تھے اور اپنے سامنے اپنے نواسے کے حق میں ہدایات فرماتیں اور اُن کے موافق یہ سارے انتظامات مکمل ہوئے۔ انسان کا اپنی اولاد سے فطری طور پر قلبی تعلق ہوتا ہے جب بھی اولاد پر مصیبت آتی ہے تو وہ پریشان ہوجاتا ہے پھر صبر وسکون کرنے سے ہی یہ مرحلہ طے ہوتا ہے اس موقعہ پر اسی طرح کیا گیا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو اپنی خادمہ عطا فرمانا :

حضور نبی کریم ﷺ کی ایک خادمہ تھیں جن کا نام ام عیاش رضی اللہ عنہا تھا یہ نبی کریم ﷺ کی خدمت گذاری میں لگی رہتی تھیں اور خانگی امور سَر انجام دیتی تھیں۔ ام عیاش رضی اللہ عنہا خود کہتی ہیں کہ بعض اوقات نبی کریم ﷺ کو وضو کراتی تھی میں کھڑی ہوتی تھی اور حضور نبی الرحمۃ ﷺ بیٹھے ہوتے تھے۔

ام عیاش رضی اللہ عنہا کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے انھیں بطور ہدیہ کے اپنی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو عنایت فرمایا تھا۔ ام عیاش رضی اللہ عنہا' سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی خدمت گزاری کے لئے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر رہتی تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے خاص عنایت کریمانہ تھی کہ ایک خادمہ خصوصی طور پر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو عنایت فرمادی تھی تاکہ صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے لئے خانگی کام کاج میں سہولت رہے۔ (اسد الغابہ)

حضور ﷺ کی طرف سے ہدیہ ارسال کیا جانا :

حضور نبی کریم ﷺ کے ایک خادم اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ تھے جو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لڑکے تھے اور حضور نبی کریم ﷺ کے خاص خدام میں سے شمار ہوتے تھے۔

اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ مجھے گوشت کا پیالہ بھر کر عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا دیں، پس میں یہ ہدیہ لے کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا وہاں تشریف فرما تھے میں نے وہ ہدیہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے اُن دونوں کی خدمت میں پیش کیا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایسا عمدہ جوڑا پہلے کبھی نہیں دیکھا میاں بیوی دونوں حُسن و جمال میں بڑے فائق تھے (ذخائر العقبیٰ)

حضور نبی کریم ﷺ کی جانب سے اپنی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو خادمہ عنایت فرمایا اور ہدیہ ارسال فرمانا یہ واقعات بتلا رہے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی توجہات کریمانہ اپنی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور اپنے داماد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف مبذول رہتی تھیں اور یہ دائماً قائم رہے۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی خدمت گزاری :

حضور نبی کریم ﷺ اپنی صاحبزادی کے ہاں بعض اوقات تشریف لے جایا کرتے تھے اور اُن کے احوال کی خیریت دریافت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ اپنی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے اُس وقت وہ اپنے شوہر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے سَر کو دھو رہی تھیں۔ حضور ﷺ نے اس خدمت کو دیکھ کر ارشاد فرمایا اے بیٹی! اپنے شوہر عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اچھا سلوک رکھا کریں اور حسن معاملہ کے ساتھ زندگی گذاریں۔ عثمان رضی اللہ عنہ میرے اصحاب میں سے خلق اخلاق میں میرے ساتھ زیادہ مشابہ ہیں (کنز العمال)

یہاں سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی صاحبزادیوں کے ساتھ کمال شفقت تھی اور وقتاً فوقتاً اُن کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے نیز ان صاحبزادیوں

کے اپنے اپنے ازواج کے ساتھ نہایت شائستہ تعلقات تھے وہ اپنے زوج کی خدمت گزار بیبیاں تھیں اور اسلام کی تعلیم بھی یہی ہے کہ بیوی اپنے شوہر کی بہتر طور سے خدمت بجالائے۔

حضور نبی کریم ﷺ اپنے داماد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ عمدہ روابط رکھتے تھے اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ اخلاق میں عثمان رضی اللہ عنہ میرے زیادہ مشابہ ہیں یہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں بہت بڑی عظمت ہے جو زبانِ نبوت سے بیان ہوئی۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری :

مدینہ طیبہ میں قیام کے دوران سنہ ۲ھ میں غزوۂ بدر پیش آیا جس میں حضور نبی کریم ﷺ بنفس نفیس خود تشریف لے گئے تھے اس دوران حضور ﷺ کی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اتفاقاً بیمار پڑ گئیں۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے جسم مبارک پر سوزش والے آبلے اور زخم پڑ گئے تھے اُدھر غزوۂ بدر کی تیاری تھی اور حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی غزوۂ بدر میں شامل ہونے کے لئے تیار تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار ہیں اُن کی تیمارداری کے لئے یہاں مدینہ منورہ میں ہی مقیم رہیں اور ساتھ ہی حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے خادم اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو مدینہ منورہ میں ٹھہرنے کا حکم فرمادیا۔ ان حالات میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا تقاضا تھا کہ میں بھی غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کروں تو اس وقت حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا **ان لك اجــر رجل ممن شهد بدرا وسهمه** (بخاری شریف) یعنی تمہارے لئے بدر میں حاضر ہونے والوں کے برابر اجر ہے اور مالِ غنیمت میں سے بھی تمہارے لئے حصہ ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بدری صحابہ کے مساوی حصہ:

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے فرمان کے ذریعے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بدر میں شامل ہونے سے روکا تھا گویا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ فرمان نبوی کے تحت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لئے رُکے تھے اس لئے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو غزوۂ بدر کے مال غنیمت میں سے دیگر مجاہدین کے ساتھ باقاعدہ حصہ دیا گیا اور اجر وثواب میں بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو برابر کا شریک قرار دیا گیا۔ گویا سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کی خدمت کا درجہ جہاد کے برابر قرار دیا۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے حق میں یہ بہت بڑی عظمت ہے جو زبانِ نبوت سے صادر ہوئی۔ یہ فضیلت کہ اُن کی خدمت جہاد غزوۂ بدر کے برابر شمار ہو حضور ﷺ کی صاحبزادیوں میں صرف سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا ہی اعزاز ہے

وفات سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا :

جنگِ بدر سہ ۲ھ میں رمضان المبارک میں پیش آیا تھا حضور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے، اُدھر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور حضور نبی کریم ﷺ کی غیر موجودگی میں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ کفن ودفن کی تیاری کی گئی اور یہ تمام امور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سَر انجام دیئے۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف وفات کے وقت اکیس سال تھی۔ جس روز حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما فتح کی خوش خبری لے کر مدینہ طیبہ پہنچے اسی روز سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ عین اسی وقت جب قبر پر مٹی ڈالی جارہی تھی

(ابھی دفن کر رہے تھے) کہ اللہ اکبر کی آواز آئی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے پوچھا کہ یہ تکبیر کیسی ہے؟ لوگوں نے توجہ سے دیکھا تو نظر آیا کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما' سیدِ عالم ﷺ کی اونٹنی پر سوار ہیں اور معرکہ بدر سے مشرکین کی شکست اور مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری لے کر آئے ہیں (**انا للہ وانا الیہ راجعون**)

بین کرنے اور واویلا کرنے کی ممانعت :

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے چند دن بعد سید عالم ﷺ مدینہ طیبہ پہنچے تو جنت البقیع میں قبر رقیہ رضی اللہ عنہا پر تشریف لے گئے اور اس موقع پر حضور نبی کریم ﷺ کی آمد کی بناء پر مزید عورتیں بھی جمع ہوگئیں اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا پر رونے لگیں۔ جب عورتوں کا زیادہ آواز بلند ہوا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو منع کیا۔ اُس وقت حضور نبی کریم ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو سختی کرنے سے روک کر عورتوں سے ارشاد فرمایا کہ شیطانی آواز کرنے سے باز رہو اور ارشاد فرمایا کہ جب تک آنکھ اور قلب سے رونا صادر ہو تو یہ علامت رحمت اور شفقت کی ہے لیکن جب زبان سے واویلا اور ہاتھ سے جزع وفزع ظاہر ہو تو یہ شیطان کی طرف سے ہے (مسند ابی داؤد)

قبرِ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا پر سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی حاضری :

حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنی بہن سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر حاضر ہوئیں اور اپنی بہن کے غم میں اُن کی قبر کے کنارے پر بیٹھ کر رونے لگیں تو نبی کریم ﷺ ازراہ شفقت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے چہرے سے آنسو اپنے ہاتھ سے اور کپڑے سے صاف کرنے لگے اور انھیں تسلی دی اور صبر وسکون کی تلقین فرمائی (مسند ابی داؤد)

حضور نبی کریم ﷺ کا خصوصی ارشاد :

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا جب انتقال ہوگیا تو سید عالم ﷺ فطری طور پر نہایت مغموم اور پریشان تھے اس پریشانی کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ آپ کی عدم موجودگی میں انتقال ہوا تھا حضور نبی کریم ﷺ ان آخری لمحات میں اور جنازہ یا کفن ودفن میں شمولیت نہیں فرما سکے تھے جب آپ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو مزار سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا پر تشریف لے گئے وہاں پر آپ نے اپنی پیاری بیٹی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے حق میں تحسر کے کلمات ارشاد فرمائے کہ **الحقی بسلفنا عثمان ابن مظعون** (الاصابۂ زرقانی) یعنی اے رقیہ تم ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون کے ساتھ لاحق ہوا ور اُن کے ساتھ جا کر شامل ہو۔

((عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ایک قدیم الاسلام اور بڑے مقتدر صحابی تھی تیرہ افراد کے بعد اسلام لائے تھے ہجرت حبشہ کی فضیلت بھی اُن کو نصیب ہوئی تھی۔ مدینہ منورہ میں مہاجرین میں سے یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں مہاجرین میں سے پہلے دفن ہونے والے یہی تھے۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ اُن کے ارتحال کی وجہ سے نہایت غمناک ہوئے تھے اور آنسو مبارک جاری تھے اسی حالت میں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بوسہ سے نوازا تھا۔ اس بناء پر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے سلف صالحین کے نام سے ذکر فرمایا ہے)) (الاصابہ)

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی افسردگی:

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی افسردگی اس وجہ سے تھی کہ اُن کا حضور نبی کریم ﷺ سے رشتہ صہری منقطع ہوگیا ہے یہ بات خود ایک

صدمہ کی بات تھی۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اگر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی پچھلک بیٹی ہوتیں تو اُن کا حضور ﷺ سے رشتہ صہری نہ پہلے تھا نہ اب منقطع ہوا اور نہ اس کے جانے پر اب انھیں کچھ افسردگی ہونی تھی لیکن یہ حقیقت ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس موقع پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی افسردگی اس وجہ سے تھی کہ اُن کا حضور نبی کریم ﷺ سے رشتہ صہری منقطع ہو گیا ہے۔

حافظ ابو بشر دولابی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کو جب وفات رقیہ رضی اللہ عنہا کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا **الحمد لله دفن البنات من المكرمات** بیٹیوں کو دفن کرنا باپ کی عزتوں میں سے ہے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی یہ غمگینی حضور نبی کریم ﷺ کو منظور نہ تھی آپ نے اپنی دوسری بیٹی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی اُن کے نکاح میں دے دی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ واحد ہستی ہیں جن کے نکاح میں پیغمبر کی دو بیٹیاں رہی ہیں ذوالنورین ہونے کا یہ وہ شرف ہے جو اولادِ آدم میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ ﷺ

سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا، حضور نبی کریم ﷺ کی تیسری صاحبزادی ہیں والدہ ام المؤمنین سیدۃ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اعلان نبوت سے چھ سال قبل پیدا ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ اور سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی نگرانی میں انھوں نے ہوش سنبھالا اور اس بابرکت تربیت میں جوانی کو پہنچیں پھر جس وقت سید عالم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو تمام بہنیں (سیدہ زینب، سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا)

اپنی والدہ ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ اسلام لائیں اور بیعت کے موقع پر انھوں نے حضور نبی مکرم ﷺ کے ساتھ بیعت کی اور دیگر عورتوں نے بھی بیعت کی۔ ہجرت مدینہ منورہ تک مکہ معظّمہ میں اُن کا قیام رہا۔

(افضل البنات سیدۃ النسآء فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت اعلانِ نبوت کے ایک سال بعد ہوئی)

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ اور ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے حالات ومشکلات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ شعب ابی طالب کے کٹھن مراحل کو برداشت کیا' سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہجرت کر کے حبشہ چلی گئیں لیکن سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنی بوڑھی ماں ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور چھوٹی بہن سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے ساتھ مکہ معظّمہ میں رہ گئیں۔ ان سخت ترین حالات میں اللہ تعالیٰ کی بندگی' اپنے مغموم بابا کے دُکھوں میں شریک ہونا' اپنی بوڑھی ماں کا ہاتھ بٹانا' اپنی چھوٹی بہن کو دلاسے دینا یہ وہ امور ہیں جن کا انجام دینا آسان نہ تھا یہ وہ سعادتیں ہیں جو سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے حصہ میں آئیں۔

عقدِ اول اور طلاق :

حضور نبی کریم ﷺ نے اعلانِ نبوت سے پہلے اپنی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ابولہب کے بیٹے عتیبہ کے ساتھ کر دیا تھا اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عتبہ کے ساتھ کیا تھا۔ اعلان نبوت کے بعد قرآن مجید کا نزول شروع ہوا' قرآن مجید میں مشرک کی مذمت کی گئی اور مشرکین کا بُرا انجام واضح کیا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جب لوگوں کو اسلام کی دعوت دینی شروع کی تو ابولہب اور اُس کی بیوی ام جمیل سخت دشمن ہو گئے اور انھوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو ستانے میں کوئی کسر

اُٹھا نہ رکھا' ابولہب اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا' غیرتِ الٰہی جوش میں آئی اور ابولہب کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے ایک مکمل سورت **تبت یدا ابی لھب** نازل فرمائی۔ جب سورۂ لہب ﴿**تبت یدا ابی لھب وتب**﴾ ٹوٹ جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہوگیا) نازل ہوئی جس میں ابولہب اور اُس کی بیوی (ام جمیل) کی مذمت (بُرائی) کی گئی ہے اور اُن کے دوزخ میں جانے سے مطلع کیا گیا ہے۔ اس سورت کے نازل ہونے پر ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں سے کہا **رأسی من راسکما حرام ان لم تفارقا ابنتی محمدٍ** (نورالابصار) کہ جب تک محمد ﷺ کی دونوں بیٹیوں کو طلاق نہ دو گے میرا سَر تمہارے سَروں سے جُدا رہے گا جب تک طلاق نہ دے دو اُس وقت تک میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں۔ ابولہب کی بیوی (ام جمیل) نے بھی بیٹوں سے کہا کہ یہ دونوں لڑکیاں (یعنی حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیاں) (العیاذ باللہ) بد دِین ہوگئی ہیں لہذا اُن کو طلاق دے دو' چنانچہ ابولہب کے دونوں لڑکوں نے ماں باپ کے کہنے پر عمل کیا اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو قبل از قرابت (رخصتی سے پہلے) ہی اپنے نکاح سے جُدا کردیا یعنی طلاق دے دیا۔ ان دونوں صاحبزادیوں سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما کو بلا وجہ طلاق دے دی گئی' اُن کا کوئی قصور نہ تھا حضور نبی کریم ﷺ کو دُکھ دینے کے لئے اور اسلام دشمنی کی وجہ سے ابولہب کے بیٹوں نے یہ ستم روا رکھا تھا اور اسلام کی خاطر ہی ان پاک دامنوں نے یہ مصیبت اُٹھائی۔ ان بنات رسول ﷺ نے نہایت صبر کے ساتھ یہ مراحل طے کئے' حضور نبی کریم ﷺ کی ان معصوم صاحبزادیوں نے یہ صدمے صرف دین کی خاطر برداشت کئے اور اجر وثواب کی مستحق ہوئیں' صبر و استقامت کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مقیم رہیں' اللہ تعالیٰ کے ہاں اُن کا بہت بڑا مقام ہے۔

بارگاہِ رسالت ﷺ میں عتیبہ کی گستاخی اورانجام :

بد بخت ابولہب اوراس کی خبیث بیوی ام جمیل کے کہنے پر عتبہ نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کواورعتیبہ نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کورخصتی سے پہلے ہی طلاق دے دی۔ فرق یہ ہوا کہ عتبہ نے صرف طلاق دے دی' بارگاہِ رسالت ﷺ میں کوئی بے ادبی اور گستاخی نہیں کی تھی اس لئے عتبہ قہر الٰہی میں مبتلانہیں ہوا' توبہ کی توفیق سے محروم نہیں ہوا بلکہ فتح مکہ کے دن عتبہ اور دوسرے بھائی معتب دونوں نے اسلام قبول کرلیااور دستِ اقدس پر بیعت کر کے شرفِ صحابیت سے سرفراز ہوگئے اور'عتیبہ' نے اپنی خباثت سے چونکہ بارگاہِ اقدس میں گستاخی و بےادبی کی تھی اس لئے وہ قہرِقہار وغضبِ جبار میں گرفتار ہوکر کفر کی حالت میں ایک خونخوار شیر کے حملہ کا شکار بن گیا۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ)

نورالابصار میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ عتیبہ جب سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو جُدا کیا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا **كفرت بدينك وفارقت ابنتك** میں نے تمہارے دین سے کفروانکار کیا ہے اورتمہاری بیٹی کو جُدا کردیا ہے۔ کہنے لگا آپ کی بیٹی مجھے اچھا نہیں سمجھتی اور میں آپ کو اچھا نہیں سمجھتا۔ میں شام کی طرف بغرض تجارت جارہا ہوں۔

بعض نے لکھا ہے کہ اُس نے اپنے خبثِ باطن کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ میں ﴿**والنجم اذا هوىٰ**﴾ کے رب سے کفر کرتا ہوں' اس ناپاک نے روئے انور پر تھوکنے کی جسارت کی جولوٹ کر اُس کے قبیح منہ پر آپڑی' پھراُس نے حضور نبی کریم ﷺ پر حملہ کردیااورآپ کی قمیص پھاڑ ڈالی۔

گستاخ عتیبہ کی بے ادبی سے حضور ﷺ کے قلبِ نازک پر انتہائی رنج وصدمہ گزرااور جوشِ غم میں حضور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل پڑے کہ

انی اسال اللہ ان یسلك علیك كلبه' میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ تیرے اُوپر اپنا کتّا مسلط کر دے۔

حضرت قاضی عیاض اندلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے عتیبہ بن ابولہب کے لئے ان الفاظ میں بد دعا کی **اللھم سلط علیه كلبا من كلابك** اے اللہ تو اُس پر اپنے کتّوں میں سے ایک کتّے کو مسلط کر دے **فاكله الاسد** تو ایک شیر نے اُسے پھاڑ کھایا تھا (شفا شریف)

حضور نبی کریم ﷺ نے جس وقت عتیبہ کے حق بد دعا فرمائی اُس وقت ابو طالب بھی وہاں موجود تھے وہ باوجود مسلمان نہ ہونے کے یہ بد دعا سُن کر سہم گئے اور عتیبہ سے کہا کہ اس بد دعا سے تجھے خلاصی نہیں۔

اس دعا نبوی کا اثر یہ ہوا کہ ابولہب اور عتیبہ ایک قافلہ کے ساتھ ملک شام کے لئے بغرض تجارت روانہ ہوئے۔ ابولہب کو حضور نبی کریم ﷺ سے بڑی دشمنی اور عداوت تھی مگر یہ ضرور سمجھتا تھا کہ اُن کی بد دعا ضرور لگ کر رہے گی اس لئے اُس نے قافلہ والوں سے کہا کہ مجھے محمد (ﷺ) کی بد دعا کی فکر ہے سب لوگ ہماری خبر رکھیں' چلتے چلتے ایک منزل پر پہنچے وہاں درندے بہت زیادہ تھے لہذا حفاظتی تدبیر کے طور پر یہ انتظام کیا کہ تمام قافلہ کا سامان ایک جگہ جمع کر کے ایک ٹیلہ بنا دیا اور پھر اس کے اُوپر عتیبہ کو سُلا دیا اور تمام آدمی اُس کے چاروں طرف سو گئے۔

اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو کون بدل سکتا ہے؟ تدبیر ناکام ہوئی' رات کو ایک شیر آیا اور سب کے منہ سونگھے اور سب کو چھوڑتا چلا گیا' پھر اُس زور سے کود کر سامان کے ٹیلہ پر جہاں عتیبہ سو رہا تھا وہیں پہنچ گیا اور پہنچتے ہی اُس کا سَر تن سے جُدا کر دیا اُس نے ایک آواز بھی دی مگر ساتھ ہی ختم ہو چکا تھا نہ کوئی مدد کر سکا نہ مدد کا فائدہ ہو سکتا تھا **ولم تكن له فئه ينصرونه من دون الله وما كان منتصرا**

جمع الفوائد میں لکھا ہے کہ شام کو جاتے ہوئے جب اس قافلہ نے مقام زرقاء پر ٹھہرا تو ایک شیر آکر ان کے اطراف پھرنے لگا اس کو دیکھ کر عتیبہ نے کہا کہ ہائے ہائے یہ تو مجھ کو کھا کے چھوڑے گا جیسا کہ محمد (ﷺ) نے بددعا دی تھی۔ محمد (ﷺ) نے بیٹھے بیٹھے مجھے یہاں قتل کر دیا اس کے بعد وہ شیر چلا گیا اور جب سو گئے تو دوبارہ آکر اُس کو قتل کر دیا۔

دلائل النبوت میں لکھا ہے کہ جب وہ قافلہ شام میں داخل ہو گیا تو ایک شیر نے زور کی آواز لگائی اُس کی آواز سُن کر عتیبہ کا جسم تھرتھرانے لگا' لوگوں نے کہا تو کیوں کانپتا ہے جو حال ہمارا وہی تیرا حال۔ اس قدر ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ محمد (ﷺ) نے مجھے بددعا دی تھی۔ خدا کی قسم! آسمان کے نیچے محمد (ﷺ) سے سچا کوئی نہیں۔ اُس کے بعد رات کا کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو ڈر کی وجہ سے عتیبہ کا ہاتھ کھانے تک نہ گیا' پھر سونے کا وقت آیا تو قافلہ کے سب لوگ اُس کو گھیر کر اپنے درمیان میں رکھ کر سو گئے اور شیر بہت معمولی آواز سے غراتا ہوا آیا اور ایک ایک کو سونگھتا رہا حتٰی کہ عتیبہ تک پہنچ گیا اور اُس پر حملہ کر دیا۔ آخری سانس لیتے ہوئے عتیبہ نے کہا میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ محمد (ﷺ) سب سے زیادہ سچے ہیں' یہ کہہ کر مر گیا۔ ابولہب نے بھی کہا کہ میں پہلے سمجھ چکا تھا کہ محمد (ﷺ) کی بددعا سے عتیبہ کو چھٹکارا نہیں۔

کتنی بڑی شقاوت اور بدبختی ہے کہ ابولہب اور خود عتیبہ جان رہے ہیں اور دل سے مان رہے ہیں کہ محمد ﷺ سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں اور اُن کی بددعا ضرور لگے گی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ضرور عذاب دیا جائے گا مگر پھر بھی دینِ حق قبول کرنے اور کلمہ اسلام پڑھنے کو تیار نہ ہوئے۔ جب دل میں ہٹ اور ضد بیٹھ جاتی ہے تو اچھا خاصا سمجھ دار انسان باطل پر جم جاتا ہے اور عقل کی رہنمائی کو قبول کرنے کے بجائے نفس کا شکار بن کر اللہ رب العزت کی ناراضگی کی طرف چلا جاتا ہے۔

گستاخ توبہ کی توفیق سے محروم : سچ ہے باادب بانصیب۔ بےادب بےنصیب جو ادب والے ہوتے ہیں' وہ تقوے والے ہوتے ہیں' اجرِعظیم والے ہوتے ہیں' مغفرت والے ہوتے ہیں' صلاح وفلاح والے ہوتے ہیں' کامیابی والے ہوتے ہیں اور جو بےادب ہوتے ہیں وہ رسوائی والے ہوتے ہیں' ذلت والے ہوتے ہیں' جہنم والے ہوتے ہیں۔

کفر بُری چیز ہے مگر جب کفر' کفر کی حد تک رہے' دشمنی' دشمنی کی حد تک رہے تو امید ہے کہ ایمان کی توفیق مل جائے......مگر جب کوئی گستاخی کر دیتا ہے تو توبہ کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔ گستاخ اپنے وقت کا کتنا بڑا علامہ کیوں نہ ہو' گستاخی کر کے پھر توبہ نہ کر سکے گا۔ ابلیس جنت کو دیکھ کر مانا' جہنم کو دیکھ کر مانا' عذابِ قبر کو دیکھ کر مانا' ملائکہ کو دیکھ کر مانا' سب چیزیں ابلیس کے مشاہدے میں تھیں' سب کچھ دیکھ چکا تھا۔ جب دیکھ کر ماننے والا نکال دیا گیا تو بے دیکھے ماننے والوں کو نکالنے میں کیا دیر؟ معلوم ہوا کہ گستاخ کو توبہ کی توفیق نہ ہوگی اور توبہ کے بغیر مغفرت نہ ہوگی۔

ابلیس (شیطان) گستاخ تھا' نبی کی عظمت کا منکر تھا' سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی اور بشر کہہ کر تحقیر وتنقیص کا مظاہرہ کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مَردود کہہ کر جنت سے نکال دیا۔ ابلیس' اللہ تعالیٰ کے عذاب کی سختی کو جانتا تھا مگر مغفرت نہیں مانگتا تھا' مہلت مانگتا تھا' توبہ نہیں کرتا تھا' اُسے توبہ کرنی چاہیے تھی مگر نہیں کیا۔ معلوم یہ ہوا کہ گستاخ جو ہوا کرتا ہے اُس سے توبہ کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿**انظر كيف ضربوا لك الامثال فضلوا فلا يستطيعون سبيلا**﴾ اے محبوب دیکھ یہ تمہاری کیسی کیسی مثالیں لاتے ہیں' کبھی شاعر کہتے ہیں' کبھی ساحر کہتے ہیں' کبھی سحر زدہ کہتے ہیں' کبھی مجنون کہتے ہیں' کیسی کیسی مثالیں لاتے ہیں' مگر یہ گمراہ ہو گئے

﴿**فلا يستطيعون سبيلا**﴾ اے محبوب! یہ لوگ راستے کی طرف پلٹ کر آنے والے نہیں ہیں، ان سے استطاعت چھین لی گئی ہے۔ بغل میں بخاری ضرور رہے گی، سَر پر قرآن بھی رہے گا اگر گستاخی کی ہے تو توبہ نہیں کرسکیں گے، توبہ کی توفیق چھین لی جائے گی۔ فاروق اعظم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دشمن ضرور تھے، گستاخ نہ تھے۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دشمن ضرور تھے، گستاخ نہ تھے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ دشمن تھے، گستاخ نہ تھے......مگر ابوجہل گستاخ تھا، عتبیہ وشیبہ گستاخ تھے، ابولہب گستاخ تھا، عقبہ ابی معیط گستاخ تھا، ولید ابن مغیرہ گستاخ تھا۔حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ جو ابوجہل کے بیٹے تھے، دشمن تھے مگر گستاخ نہ تھے۔ باپ گستاخ تھا، بیٹا گستاخ نہ تھا۔ بیٹا مومن ہوا، باپ رہ گیا۔ عتبہ دشمن ضرور تھے گستاخ نہ تھے بیٹا مومن رہا لیکن باپ ابولہب گستاخی کی وجہ سے کافر رہا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے دشمنِ اسلام ضرور تھے لیکن گستاخِ رسول کبھی نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں توبہ کی توفیق نصیب فرمائی، ہدایت کا دروازہ کھول دیا، تمام صحابہ کرام، حضور سرورِ کائناتﷺ کے مُرید ہیں، حضورﷺ نے اللہ تعالیٰ سے کسی صحابی کے ایمان لانے کے لئے خصوصی دُعا نہ فرمائی بلکہ تمام صحابہ کرام اپنے ارادے سے اسلام قبول کئے مگر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ مُراد پیمبر ہیں حضور سرورِ عالم نورمجسن شفیع معظم رحمۃ للعالمین ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائی: اے اللہ! عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام کی وجہ سے اسلام کو عزت دے۔ حضور سید المرسلین ﷺ کی دُعا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور آپ کے وسیلہ سے اسلام کو عظمت، شان وشوکت ملی۔

دوسرے مسلمان اسلام کے طالب ہیں جو اسلام کو تلاش کرتے ہیں مگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ' اسلام کے مطلوب ہیں جنھیں اسلام بلکہ بانی اسلام نبی کریم ﷺ نے اپنی طرف سے دعائیں مانگ مانگ کر اللہ تعالیٰ سے طلب کیا۔ ہم میں اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں وہی فرق ہے جو طالب اور مطلوب میں ہوا کرتا ہے۔ سب اسلام کے منتظر ہیں اور اسلام سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا منتظر۔ کعبہ بھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا منتظر تھا کہ کب عمر ایمان لائیں اور مسلمان میرے نزدیک آ کر علانیہ رب تعالیٰ کی عبادت کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا خاص عطیہ ہے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ...... جو رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کو بخشا۔ اس لئے ان کے ایمان پر فرشتوں نے بھی خوشیاں منائیں۔ ابوجہل گستاخ رسول تھا اس سے توبہ کی توفیق چھین لی گئی تھی' گستاخِ رسول کے لئے ہدایت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ ہدایت اور مغفرت کی دعا بھی گستاخ رسول کے حق میں مستجاب نہیں ہوسکتی۔ گستاخِ رسول کو عزت وعظمت' شان وشوکت کی زندگی نصیب نہیں ہوتی بلکہ وہ ہمیشہ ذلت ورسوائی کی عبرتناک زندگی گذارتا رہے گا۔ گستاخِ رسول کے لئے اللہ تعالیٰ جبار وقہار ہے (تفصیل کے لئے دیکھیں ہماری کتاب 'مغفرت الٰہی بوسیلۃ النبی ﷺ')

سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا مدینہ منورہ ہجرت فرمانا :

اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ سفرِ ہجرت میں حضور ﷺ کے ساتھ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رفیقِ سفر تھے۔ مدینہ منورہ میں ابتدائی دنوں میں سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر قیام تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال تا حال

مکہ معظّمہ میں مقیم تھے۔ حضور ﷺ نے اپنی ہجرت کے کچھ مدت بعد ارادہ فرمایا کہ باقی گھر والوں کو بھی مدینہ منورہ بلوالیا جائے۔ حضور ﷺ نے ابورافع رضی اللہ عنہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لئے تیار کر کے مکہ معظّمہ روانہ فرمایا اور سواریاں بھی ساتھ دیں اور کچھ درہم آمد ورفت کے مصاریف کے طور پر عنایت فرمائے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں یہ درہم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پیش کئے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی اُن کے ساتھ عبداللہ ابن اربقط الدئلی رضی اللہ عنہ کو دو اونٹ دے کر بھیجا اور اپنے بیٹے عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی طرف لکھ بھیجا کہ وہ بھی اُن کے گھر والوں کو اُن کے ساتھ روانہ کرے یعنی یہ دونوں گھرانے ایک دوسرے کے ساتھ ہو کر ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئیں۔

زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ابورافع رضی اللہ عنہ مکہ معظّمہ پہنچے۔ سفر ہجرت کی تیاری کر کے حضور نبی کریم ﷺ کے گھر سے ام المؤمنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اور صاحبزادیوں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی ام ایمن رضی اللہ عنہا اور اپنے لڑکے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بھی ساتھ لیا۔ یہ نبی کریم ﷺ کے اہل وعیال کے ساتھ رہتے تھے۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے ہجرت مدینہ منورہ کا سفر مل کر کیا تھا ان دونوں بہنوں کی ہجرت ایک سفر میں ہوئی تھی یہ دونوں بہنیں اپنی دو بڑی بہنوں (سیدہ زینب وسیدہ رقیہ رضی اللہ عنہما) سے ہجرت میں اسبق رہیں۔ مہاجرین کے فضائل جو اسلام میں منقول ہیں اور جو آیات ان کے حق میں موجود ہیں وہ ان دونوں صاحبزادیوں کے لئے بھی ثابت ہیں ہجرت کے اجر وثواب میں یہ دونوں برابر کی شریک ہیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ اپنی ماں رومان رضی اللہ عنہا اور اپنی دونوں بہنوں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر ہجرت کے لئے نکلے اور نبی اقدس ﷺ کے اہل وعیال کے ساتھ ہم سفر ہو کر مدینہ منورہ پہنچے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر میں مصروف تھے اور مسجد کے آس پاس اپنے حجرات کی تعمیر کرا رہے تھے حضور نبی کریم ﷺ نے اس موقعہ پر اپنے اہلِ خانہ کو حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان پر ٹھہرایا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے وہ ہجرہ بنوایا جس میں حضور نبی کریم ﷺ کا مزارِ اقدس ہے۔

آپ نے اس حجرہ مبارک کا ایک دریچہ مسجد نبوی ﷺ کی جانب بنوایا تھا جس سے حضور ﷺ نماز کے لئے مسجد نبوی ﷺ کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔ صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے شوہر ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ نے روک لیا تھا اس لئے بنت رسول اللہ ﷺ نے بعد میں ہجرت کی تھی۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے زوج سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ (طبقات ابن سعد)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح :

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئی تھیں جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں اُن کے شوہر خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ تھے میدان جہاد میں انھیں زخم آ گئے تھے (یہ غزوۂ احد کا واقعہ ہے) اسی کے اثر سے وفات پائی۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے لئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فکر مند تھے انھوں نے اس بارے میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے تذکرہ کیا اور اُن سے

کہا کہ میری لڑکی سے تم نکاح کرلولیکن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ یہ خبر سُن چکے تھے کہ رسول کریم ﷺ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش رکھتے ہیں، اس لئے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خاموش رہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اس امر کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: **هل لك فى خير من ذٰلك اتزوج انا حفصة وازوج عثمان خيرا منها ام كلثوم** (نورالابصار) کیا میں تم کو اس سے بہتر مشورہ نہ دوں کہ میں حفصہ سے نکاح کرلوں اور عثمان کو حفصہ سے بہتر ام کلثوم سے نکاح کردوں،

حضور نبی کریم ﷺ نے دراصل سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دلجوئی اور فکر دور کرنے کے لئے ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، اسی طرح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ غم تھا کہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضور نبی کریم ﷺ سے دامادی کا تعلق منقطع ہو گیا ہے حضور نبی کریم ﷺ نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس غم کو دور کرنے کے لئے اپنی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح اُن سے کردیا۔

ربعی بن حراس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنی صاحبزادی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی کا پیغام بھیجا اور خبر، رسول اللہ ﷺ کو پہنچی۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کے پاس گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: **ياعمر ادلك عن خير لك من عثمان وادل عثمان علىٰ خير له، منك** اے عمر! حفصہ کی شادی کے لئے میں تمھیں عثمان سے بہتر شخص کی طرف رہنمائی کروں اور عثمان کو تم سے بہتر کی طرف رہنمائی کروں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا...... یارسول اللہ ﷺ آپ ضرور رہنمائی فرمائیں:

حضور ﷺ نے فرمایا **زوجنی ابنتك وازوج عثمان ابنتی** (نورالابصار) تم اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کردو اور میں اپنی بیٹی کا نکاح عثمان سے کر دیتا ہوں ۔

اس ارشاد عالی کے بعد سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو ام المؤمنین ہونے کا شرف عطا ہوا اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین بننے کی عزت حاصل ہوئی ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ مسجد کے دروازے کے قریب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے اور ارشاد فرمایا **یاعثمان هٰذا جبريل اخبرنی ان الله قد زوجك اُم كلثوم بمثل صداق رقية علىٰ مثل صحبتها** اے عثمان (رضی اللہ عنہ) یہ جبریل ہیں انھوں نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ام کلثوم (رضی اللہ عنہا) کا نکاح تم سے فرمایا ہے اور مہر جو رقیہ (رضی اللہ عنہا) کا تھا وہی ہے (سنن ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے ایک اور روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میری بیوی یعنی رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو میں بہت رویا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **مایبكيك** کیوں رو رہے ہو؟ **قلت ابكی علىٰ انقطاع صهری منك** میں نے عرض کیا اس لئے کہ آپ سے میری دامادی کا تعلق منقطع ہو گیا ہے **قال فهٰذا جبريل يامرنی بامر الله ان ازوجك اختها وان اجعل صداقها مثل صداق اختها** نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ جبریل ہیں انھوں نے مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچایا ہے کہ میں تمہارے ساتھ رقیہ رضی اللہ عنہا کی بہن (ام کلثوم رضی اللہ عنہا) کا نکاح کر دوں اور اسی کے مہر کی مثل اس کا مہر مقرر کر دوں (نورالابصار)

حضور نبی کریم ﷺ نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ربیع الاول سنہ ۳ھ میں کر دیا اور رخصتی جمادی الثانی سنہ ۳ھ میں ہوئی ۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادیوں کے نکاح اور تزویج کے متعلق ارشاد فرمایا کہ **مـاانا ازواج بناتی ولکن الله تعالیٰ یزوجهن** یعنی میں اپنی بیٹیوں کو اپنی مرضی سے کسی کی تزویج میں نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کے نکاحوں کے فیصلے ہوتے ہیں (المستدرک للحاکم)

رسالت مآب ﷺ کی صاحبزادیوں کے حق میں گویا یہ ایک خصوصیت پائی جاتی ہے کہ اُن کا نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے اور اُن کے نکاح کے ساتھ دوسری عورت کو نکاح میں نہیں لیا جاتا۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا چھ برس تک سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رہیں لیکن آپ کے شکم مبارک سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا لباس :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا پر ایک بیش قیمت چادر دیکھی جو ریشم کی دھاریوں سے بنی ہوئی تھی **اخبـرنـی انـس بـن مـالك انـه' رائـی عـلـی ام کـلـثـوم بنت رسول الله ﷺ برد حریرٍ سیراء** (بخاری شریف)

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا لباس عمدہ ہوتا تھا سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسے خاوند کے ساتھ رہتے ہوئے یہ انداز معاشرت لازمی تھا آپ اس طرح کے اچھے لباس کو استعمال فرماتی تھیں یہ حالات اُن کی معاشرتی خوشحالی پر بھی دلالت کرتے ہیں اور اُن سے زوجین کے درمیان تعلقات کی شائستگی بھی معلوم ہوتی ہے۔

تحدیثِ نعمت کے لئے اس طرح کا لباس اور اندازِ معاشرت باعث اجر وثواب ہے نعمت کے حصول پر بندہ کو شاکر ہونا چاہیئے' کفرانِ نعمت محرومی کا باعث ہوتا ہے۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات :

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سہ ۳ھ سے سہ ۹ھ تک سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی رفیقہ حیات رہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال سہ ۳ھ میں ہو گیا تھا۔ بڑی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال سہ ۸ھ میں ہوا تھا۔ قدرت کاملہ کی طرف سے حالات کی یہی صورت فیصلہ تھی اللہ تعالیٰ کو اسی طرح منظور تھا کہ تیسری صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال بھی حضور نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی میں ہی ہو' چنانچہ شعبان سہ ۹ھ میں آپ بھی اپنے سفر آخرت پر چلی گئیں **وتوفیت ام کلثوم فی حیات النبی** ﷺ **فی شعبان سنة تسع من الهجرة** (تفسیر القرطبی)

حضور نبی کریم ﷺ کی ان تینوں صاحبزادیوں کا آپ کی حیات ظاہری میں انتقال کر جانا عجیب اتفاقات قدرت میں سے ہے حضور ﷺ کے صاحبزادگان بھی آپ کی حیات طیبہ میں ہی فوت ہو گئے تھے حضور ﷺ کی غمگینی ایک فطری بات تھی اور انسانی تقاضوں کے عین مطابق تھی مگر انبیاء علیہم السلام اپنے مالک کریم کے فرمان کے تحت نہایت صابر وشاکر ہوتے ہیں اور اپنی اُمت کو بھی برداشت مصائب کی تلقین فرمایا کرتے ہیں۔ اس بناء پر حضور ﷺ بھی اپنی پیاری صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات پر پوری طرح صابر وشاکر تھے حضور نبی کریم ﷺ کی اولاد شریف میں سے اب صرف ایک صاحبزادی سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا زندہ تھیں۔

باقی تمام صاحبزادے اور صاحبزادیاں انتقال فرما گئیں **انا لله وانا اليه راجعون**

حدیث شریف میں مذکور ہے **اشد الناس بلاءً الانبياء الامثل فالامثل** یعنی انبیاء علیہم السلام لوگوں کے اعتبار سے زیادہ آزمائش میں ہوتے ہیں پھر جو اُن کے زیادہ مشابہ ہو۔

اس مقام میں بھی اسی چیز کا مظاہرہ ہوا۔ اُمت کے لئے تسکین وتسلی کا ایک طرح کا یہ نمونہ قائم ہوا کہ جب ہمارے آقائے نامدار ﷺ کی اولاد شریف کے معاملہ میں یہ صورت پیش آئی اور ایک صاحبزادی کے بغیر باقی اولاد زندہ نہ رہی تو ہمارے لئے ایسی صورت ہوتو ہمیں بھی صبر وسکون سے کام لینا چاہیےاور رضا الٰہی پر راضی رہنا چاہیے ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾فرمان خداوندی ہے کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ میں اسوۂ حسنہ ہے اس کے موافق عمل پیرا ہونا چاہیے۔

ذوالنورین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ :

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے وہ اس لئے کہ حضور ﷺ نے اپنی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو اُن کے نکاح میں دی۔ جب وہ انتقال فرما گئیں تو دوسری صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو آپ کے نکاح میں دے دیا۔ جب سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اس دامادی کا رشتہ ختم ہونے پر نہایت غم زدہ اور پریشان خاطر تھے ان حالات میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا **لوكان عندی ثالثةٌ لزوجتكها** اے عثمان اگر میرے پاس (ان بیاہی) تیسری صاحبزادی ہوتی تو میں وہ بھی تمہارے نکاح میں دے دیتا (نورالابصار)

بعض روایات میں یہ ارشاد بھی ہے **لوكن عشراً لزوجتهن عثمان** (طبقات ابن سعد) یعنی اگر میرے پاس دس بیٹیاں ہوتیں تو میں (یکے بعد دیگرے) عثمان کی تزویج میں دے دیتا۔

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (اس موقعہ پر) سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری چالیس لڑکیاں (بھی) ہوتیں تو یکے بعد دیگرے عثمان سے نکاح کرتا جاتا حتٰی کہ اُن میں سے ایک بھی باقی نہ رہتی (اسد الغابہ)

یہاں سے معلوم ہوا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کے کتنے گہرے تعلقات تھے اور اس رشتہ کے منقطع ہونے پر جانبین میں کس قدر قلبی اضطراب پیدا ہوا۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا غسل :

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد اُن کے غسل اور کفن کے انتظامات سید عالم حضور ﷺ نے خود فرمائے اور جو عورتیں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے غسل دینے میں شریک ہوئیں تھیں ان میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب' اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا' لیلی رضی اللہ عنہا بنت قانف اور ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا شامل تھیں۔ انھوں نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا غسل حسب دستور سرانجام دیا۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ بیری کے پتوں والے پانی سے تین پانچ یا سات مرتبہ غسل دلائیں اس کے بعد آخر میں کافور کی خوشبو لگائیں اس کے بعد مجھے اطلاع کریں۔ پس ہم نے اسی طرح کیا اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اطلاع کی تو آپ نے ہمیں کفن کے کپڑے اس ترتیب سے پکڑائے کہ پہلے ایک چادر پھر ایک قمیص اور پھر ایک اوڑھنی اور اس کے بعد ایک چادر اور پھر ایک بڑی چادر جس میں تمام جسم کو لپیٹ دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ اس مکان کے دروازے پر تشریف فرما تھے حضور ﷺ کے پاس یہ کپڑے تھے جو آپ نے ایک ایک کر کے ہمیں پکڑائے۔ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق اُن کو استعمال میں لایا گیا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی کفن پوشی کا کام سرانجام پایا (اسدالغابہ)

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ :

جب سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا غسل اور کفن ہو چکا تو اُن کے جنازہ کے لئے حضور نبی کریم ﷺ ساتھ تشریف لائے اور خود نماز جنازہ پڑھائی۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے وہ تمام شامل ہوئے (طبقات ابن سعد)

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے لئے یہ ایک فضیلت عظمیٰ ہے کہ ان پر نبی کریم ﷺ نے خود نماز جنازہ پڑھی اور اُن کے لئے مغفرت کی دُعائیں فرمائیں' مابا قی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی دُعا کرنے میں شریک اور شامل رہے۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا دفن :

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ ہونے کے بعد دفن کے لئے جنت البقیع لایا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ خود تشریف لائے اور جب قبر تیار ہو چکی تو جنازہ قبر کے قریب لایا گیا۔ سید عالم ﷺ نے حاضرین سے فرمایا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے رات (کسی عورت) سے مباشرت نہ کی ہو۔ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں ایسا ہوں تو آپ نے فرمایا تم قبر میں اُتر جاؤ' چنانچہ وہ قبر میں اُترے۔ حضرت علی' الفضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم بھی اُن کے ساتھ قبر میں اُترے اور دفن کرنے میں معاونت کی (الاستیعاب)

حضور نبی کریم ﷺ کا فرطِ غم :

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے دفن کے موقع پر ہم حاضر تھے سید عالم ﷺ قبر پر تشریف فرما تھے اور میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے آنسو مبارک (فرطِ غم کی وجہ سے) جاری تھے۔ (مشکوٰۃ شریف)

عن انس رضی الله قال شهدنا بنت رسول الله ﷺ تدفن ورسول الله ﷺ جالس علی القبر فرایت عینیه تدمعان

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے انتقال اور غسل وکفن و جنازہ ودفن کے تمام مراحل میں حضور ﷺ بذات خود موجود تھے اور شریک حال اور نگران کار تھے اور یہ تمام امور حضور ﷺ کے ارشادات کے تحت سَر انجام پائے۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے حق میں یہ بہت بڑی عظمت کی چیز ہے۔

سیدہ طاہرہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا

سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کی چوتھی اور سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا والدہ ہیں۔

سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سیدۃ النساء العلمین کے مبارک لقب سے مشہور ہیں۔

القاب : سیدۃ النسآء العلمین، زہرا، عذرا، بتول، خاتون جنت، بضعۃ الرسول، سیدۃ، زاہدہ، طیبہ، طاہرہ، راکعہ، ساجدہ، صالحہ، عاصمہ، جیدہ، کاملہ، صادقہ

ولادت : سیدۃ النسآء فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت مبارک نبوت کے پہلے سال میں ہوئی جب کہ حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک اکتالیس سال تھی (استیعاب)

جب سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت کا وقت قریب آیا تو سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے کسی شخص کو اپنے قریبیوں کے ہاں بھیجا کہ اُن کی عورتیں میری کفایت کے لئے آئیں، قریش کی عورتوں نے جواب بھیجا کہ اے خدیجہ تم ہمارے نزدیک

گنا ہگار ہے تم نے ہماری بات نہ مانی اور عبداللہ کے یتیم کی زوجہ بن گئی۔ تم نے فقیری کو امیری پر ترجیح دی ہے اس لئے ہم تمہارے پاس نہیں آئیں گی اور نہ تمہاری کفایت کریں گی۔

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اُن کے اس جواب سے ملول و غمگین ہوگئیں تو اچانک گندمی رنگ اور دراز قد کی چار عورتیں آپ کے سامنے ظاہر ہوگئیں اور بنو ہاشم کی عورتوں کی طرح گفتگو کرنے لگیں۔ آپ انھیں دیکھ کر حیران زدہ ہوگئیں تو اُن میں سے ایک نے عرض کیا اے خدیجہ آپ گھبرائیں نہیں' اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے لئے بھیجا ہے ہم آپ کی بہنیں ہیں۔ میں سارہ (رضی اللہ عنہا) ہوں' دوسری مریم بنت عمران (رضی اللہ عنہا)' تیسری موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کلثوم (رضی اللہ عنہا) اور چوتھی فرعون کی بیوی آسیہ (رضی اللہ عنہا) ہیں۔ یہ سب جنت میں تمہارے ساتھی ہیں بعد ازاں اُن میں سے ایک خاتون آپ کے دائیں' ایک بائیں' ایک سامنے اور ایک پیچھے بیٹھ گئیں تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت ہوئی۔

فاطمہ : سیدہ بتول بنت رسول کا اسم مقدس فاطمہ ہے اور فاطمہ کے معنٰی ہیں چُھڑانا' روکنا، علحدہ کرنا......سیدہ کو فاطمہ کا نام اس لئے دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوزخ سے علحدہ کر دیا ہے (نورالابصار)

دیلمی نے مرفوعاً روایت بیان کی ہے **انما سمیت لان اللہ فطمها ومحبيها من النار** کہ سیدہ فاطمہ کا یہ نام اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے ساتھ محبت کرنے والوں کو دوزخ سے دور کر دیا ہے (نورالابصار)

بزّار' ابویعلی' طبرانی اور حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **ان فاطمة احصنت فرجها فحرمها الله وذريتها على النار**

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پاک دامنی اختیار کی، پس اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور آپ کی اولاد پر آگ کو حرام کر دیا ہے۔

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ نے اپنی صاحبزادی کا نام 'فاطمہ' کیوں رکھا: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا **ان اللہ عزوجل قد فطمها وذریتها عن النار یوم القیامة** (ذخائر العقبیٰ)
بے شک اللہ تعالیٰ نے فاطمہ کو اور اُن کی اولاد کو قیامت کے روز آگ سے دور کر دیا ہے۔

بتول : بتول کے معنٰی ہیں کسی چیز کا کسی چیز سے جُدا ہونا یا منفرد ہونا۔ دُنیا سے کٹ کر اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنا (المنجد) سیدۃ النسآء العالمین فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتول اس لئے کہا گیا ہے کہ آپ اپنے زمانے کی تمام عورتوں سے فضیلت و دین اور حسب ونسب کے اعتبار سے منفرد ہیں (شرف المؤبد)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو دُنیا سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رُخ کرنے کی وجہ سے بتول کہا گیا ہے۔ (فضائل الخمسہ) آپ کا نام بتول اس لئے ہے کہ آپ کی کوئی نظیر نہیں ہے۔

زہرا : علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب شرف المؤبد لآل محمد میں رقمطراز ہیں کہ حضرت امام حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی عظیم کتاب خصائص الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ کے خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ ہے **ابنته' فاطمه انها كانت لاتحيض** کہ آپ کی بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا حیض سے پاک تھیں **وكانت اذا ولدت طهرت من نفاسها بعد ساعة** اور بچے کی ولادت سے ایک ساعت کے بعد نفاس سے پاک ہو جاتیں **حتٰی لاتفوتها صلاة وكذلك سحيت الزهراء** یہاں تک کہ آپ کی کوئی نماز قضا نہ ہوتی اور اسی وجہ سے آپ کا نام زہراء ہے (شرف المؤبد' آل رسول ﷺ)

ان احادیث وروایات سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شان وعظمت کا پتہ چلتا ہے کہ وہ عظیم المرتبت خاتون ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گناہگاروں کو آتش دوزخ سے آزاد فرمائے گا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ہر قسم کی زنانہ آلائشوں سے پاک ہیں۔

سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا بچپن : سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا بچپن ہی سے نہایت سنجیدہ اور تنہائی پسند تھیں، نہ کبھی کسی کھیل کود میں حصہ لیا اور نہ گھر سے قدم باہر نکالا، ہمیشہ ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی رہتیں۔ حضور نبی کریم ﷺ اور سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سے ایسے ایسے سوالات پوچھتیں جن سے اُن کی ذہانت وفطانت کا ثبوت ملتا۔ دُنیا کی نمود ونمائش سے سخت نفرت تھی۔ ایک مرتبہ ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے کسی عزیز کی شادی تھی انھوں نے سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے لئے عمدہ کپڑے اور زیورات بنوائے۔ جب گھر سے چلنے کا وقت آیا تو سیدہ نے یہ قیمتی کپڑے اور زیور پہننے سے صاف انکار کر دیا اور سادہ حالت میں ہی محفل شادی میں شرکت کی ...... گویا بچپن ہی سے ان کی حرکات وسکنات سے خدادوستی اور استغنا کا اظہار ہوتا تھا۔

ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دیتی تھیں ایک مرتبہ جب وہ اُن کو تعلیم دے رہی تھیں تو سیدہ نے پوچھا اماں جان ......اللہ تعالیٰ کی قدرتیں تو ہم ہر وقت دیکھتے ہیں، کیا اللہ تعالیٰ خود نظر نہیں آسکتا ؟ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر ہم دُنیا میں اچھے کام کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کریں گے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے مستحق ہوں گے اور وہاں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔

سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا دین کے لئے تکالیف برداشت کرنا :

حضور نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد تبلیغ کا آغاز فرمایا تو قریش مکہ حضور نبی کریم ﷺ کے دشمن ہو گئے اور ہر طرح سے ستانے لگے۔ حضور ﷺ کی تکلیف سے ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور آپ کی اولاد سب ہی کو تکلیف پہنچی اور دُکھ ہوتا تھا۔ سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اپنی کم عمری میں ان تکلیفوں کو سہتی تھیں، ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے کعبہ اللہ شریف میں نماز کی نیت باندھ لی، وہیں قریش اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اُن میں سے ایک بدبخت (ابوجہل) نے حاضرین مجلس سے کہا کہ بولو تم میں سے کون یہ کام کر سکتا ہے کہ فلاں خاندان نے جو اونٹ ذبح کیا ہے اس کی اوجھڑی اور خون اور لید لے آئے اور پھر جب یہ سجدہ میں جائیں تو اُن کے کاندھوں کے درمیان رکھ دے۔ یہ سُن کر ایک شقی اُٹھا جو اُس وقت کے حاضرین میں سب سے زیادہ بدبخت تھا۔ اُس نے یہ سب گندی چیزیں لا کر سید عالم ﷺ کے دونوں کاندھوں کے درمیان رکھ دیں اور حضور ﷺ سجدہ ہی میں رہ گئے، آپ کا یہ حال دیکھ کر اُن لوگوں نے بے خود ہو کر ہنسنا شروع کیا اور اس قدر ہنسے کہ ہنسی کی وجہ سے ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ اس شریر گروہ کا سرغنہ عقبہ بن ابی معیط تھا۔ کسی نے سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ تمہارے باپ (حضور نبی کریم ﷺ) کے ساتھ شریروں نے یہ حرکت کی ہے۔ سرور کونین ﷺ کی جلیل القدر بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بے چین ہو گئیں، دوڑتی ہوئی کعبہ اللہ پہنچیں اور حضور ﷺ کی گردن مبارک سے اُوجھڑی ہٹائی۔ کفار اردگرد کھڑے ہنستے اور تالیاں بجاتے تھے......سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اُن بدبخت افراد سے مخاطب ہو کر فرمایا: شریرو، احکم الحاکمین تمہیں ان شرارتوں کی ضرور سزا دے گا۔

(اللہ تعالیٰ کی قدرت چند سال بعد یہ سب جنگ بدر میں ذلت کے ساتھ مارے گئے)
پھر جب سید عالم ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے تین مرتبہ بددعا فرمائی۔ حضور ﷺ کی عادت تھی کہ جب کوئی دُعا فرماتے تو تین مرتبہ فرماتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے تھے تو تین مرتبہ سوال کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے اول تو قریش کے لئے عام بددعا کی **اللهم عليك بقريش** اے اللہ تو قریش کو سزا دے......اور اس کے بعد قریش کے سرغنوں کے نام لے کر ہر ایک کے لئے علحدہ علحدہ بددعا فرمائی۔ (مشکوٰۃ)

اعلانِ نبوت کے دسویں سال (ہجرت مدینہ منورہ سے تین سال قبل) سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر کوہ غم ٹوٹ پڑا۔ حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تربیت اور نگہداشت کے خیال سے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی حیات مبارک یکسر تبلیغ حق کے لئے وقف تھی لیکن جب بھی آپ کو فرصت ملتی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے تھے دلاسہ دیتے اور نہایت قیمتی نصائح سے نوازتے۔ تبلیغ حق کی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ کو مشرکین بڑی تکلیفیں پہنچاتے، کبھی سَر اقدس پر خاک ڈال دیتے، کبھی راستے میں کانٹے بچھا دیتے۔ جب حضور ﷺ گھر تشریف لاتے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا انھیں تسلی دیا کرتیں کبھی وہ خود بھی اپنے جلیل القدر باپ حضور نبی کریم ﷺ کی مصیبتوں پر اشکبار ہو جاتیں، اُس وقت حضور ﷺ انھیں تسلی دیتے اور فرماتے 'میری بیٹی گھبراؤ نہیں' اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کو تنہا نہ چھوڑے گا۔
الغرض سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بچپن دین کے لئے تکلیفیں برداشت کرنے میں گزرا حتیٰ کہ سید عالم ﷺ نے قریش کی ایذاؤں سے بچنے کے لئے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔

ہجرت مدینہ منورہ :

جب کفارِ مکہ کی شر انگیزی اور ایذاء رسانی حد سے بڑھ گئی تو بارگاہِ الٰہی سے رسول کریم ﷺ کو ہجرت کا حکم ہوا۔ اعلانِ نبوت کے ۱۳ سال بعد (سنہ ۱۳ بعد بعثت) جب کہ حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک ۵۳ سال تھی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رفیقِ سفر بنا کر ہجرت فرمائی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ہجرت کی رات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر مبارک پر سُلا کر تمام امانتیں سونپ کر ہجرت فرمائی۔ حضور ﷺ اپنے تمام اہل وعیال کو مکہ معظّمہ ہی میں چھوڑ گئے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر ہجرت فرمائے تھے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سید عالم ﷺ نے ہجرت فرمائی تو ہم دونوں بیویوں (سیدہ سودہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما) اور اپنی صاحبزادیوں کو مکہ معظّمہ ہی میں چھوڑ گئے تھے مدینہ منورہ پہنچ کر جب حضور ﷺ مقیم ہوگئے تو ہم سب کو منگوانے کا انتظام فرمایا۔

سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما نے ہجرت مدینہ منورہ کا سفر مل کر کیا تھا ان دونوں بہنوں کی ہجرت ایک سفر میں ہوئی۔ (ہجرت مدینہ منورہ کا ذکر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے حالات میں بیان ہو چکا ہے)

سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح :

سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا ہجرت مدینہ منورہ کے وقت سُن بلوغیت کو پہنچ چکی تھیں۔ سید عالم ﷺ نے سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا علی کرم اللہ جہہ سے سنہ ۳ ھ میں غزوۂ بدر سے واپسی کے بعد رمضان المبارک میں کر دیا، رُخصتی ذوالحجہ میں ہوئی۔

اس وقت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۵ سال ساڑھے پانچ ماہ تھی اور سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی عمر ۲۱ سال ۵ ماہ تھی (الاستیعاب)

مسند امام احمد میں سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا واقعہ خود اُن کی زبانی نقل کیا ہے کہ جب میں نے سیدِ عالم ﷺ کی صاحبزادی کے بارے میں اپنے نکاح کا پیغام دینے کا ارادہ کیا تو میں نے دل میں کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے پھر یہ کام کیونکر انجام پائے گا؟ لیکن اس کے بعد ہی معاً دل میں حضور نبی کریم ﷺ کی سخاوت اور نوازش کا خیال آ گیا (اور سوچ لیا کہ آپ خود ہی انتظام فرما دیں گے) لہذا میں نے حاضرِ خدمت ہوکر پیغام نکاح دے دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے سوال فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا......نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ زرہ کہاں گئی جو میں نے تم کو فلاں روز دی تھی؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں وہ تو ہے۔ فرمایا، اُس کو مہر میں دے دو۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں اپنا پیغام دے دیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے سوال فرمایا، کچھ تمہارے پاس ہے؟ میں نے عرض کیا، میرا گھوڑا اور زرہ ہے......فرمایا، تمہارے پاس گھوڑے کا ہونا جہاد کے لئے ضروری ہے لیکن ایسا کرو کہ زرہ کو فروخت کردو، چنانچہ میں نے وہ زرہ چارسواسّی (۴۸۰) درہم میں فروخت کر کے رقم حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر کردی اور آپ کی مبارک گود میں ڈال دی (خریدنے والے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے انھوں نے خرید کر واپس کردی اور رقم اور زرہ دونوں سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے پاس رہیں۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے زرہ اور رقم دونوں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر کردیں تو آپ نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بڑی دُعائیں دیں............زرقانی)

حضور نبی کریم ﷺ نے اس میں سے ایک مٹھی بھر کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دی اور فرمایا کہ اے بلال ...... جاؤ اس کی خوشبو ہمارے لئے خرید کر لاؤ (ایک اور روایت میں ہے کہ اس رقم میں سے دو تہائی خوشبو میں اور ایک تہائی کپڑوں میں خرچ کرنے کے متعلق سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا......زرقانی) اور ساتھ ہی ساتھ جہیز تیار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ایک چارپائی اور چمڑے کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی تیار کیا گیا (رخصتی کے روز) عشاء کی نماز سے قبل حضور نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے گھر بھیج دیا پھر نماز عشاء کے بعد خود اُن کے یہاں تشریف لے گئے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ پانی لاؤ' چنانچہ وہ ایک پیالہ میں پانی لے کر آئیں۔ حضور ﷺ نے اس پانی سے منہ مبارک میں پانی لیا اور پھر اس پانی سے اُن کے سینہ پر اور سر پر چھینٹے دیئے اور بارگاہِ خداوندی میں دُعا فرمائی: **اللھم انی اعیذھا بك وذریتھا من الشیطان الرجیم** اے اللہ کریم انھیں اور اُن کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں...... اور ایسی ہی دُعا سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمائی اور پھر ان دونوں کے لئے دعا فرمائی: **جمع اللہ شملکما** االلہ تعالیٰ تمہارے متفرق امور کو جمع فرمائے۔ **فجعل اللہ نسلھما مفاتیح الرحمة ومعادن الحکمة وامن الامة** اللہ تعالیٰ نے اُن کی اولاد کو رحمت کی چابیاں اور حکمت کے خزانے اور اُمت کے لئے باعث امن بنایا............ بعد ازاں ان دونوں (سیدنا علی مرتضٰی اور سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہما) کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: **بارك اللہ لکما وبارك فیکما واعزجل جد کما واخرج منکما الکثیر الطیب** اللہ تعالیٰ تم دونوں کو برکتیں عطا فرمائے' تم میں برکت فرمائے' تمہاری کوشش کو عزت دے اور تم دونوں کو نہایت ہی پاکیزہ' کثیر اولاد عطا فرمائے۔۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **فواللہ لقد اخرج منهما الكثير الطيب** خدا کی قسم ! اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بہت ہی پاکیزہ اولاد عطا فرمائی (شرف المؤبد۔امام یوسف نبہانی)

حضور نبی کریم ﷺ نے دُعائیہ کلمات کے بعد یہ فرما کر واپس تشریف لے آئے کہ **بسم الله والبركة** اپنی اہلیہ کے ساتھ رہو سہو (مواہب' زرقانی)

حضور نبی کریم ﷺ کے مشہور خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تفصیل نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ ابوبکر' عمر' عثمان' عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم اور چند انصار کو بلاؤ...... چنانچہ میں نے بلا لایا۔ جب یہ حضرات حاضر ہوگئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو حضور ﷺ نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ علی (رضی اللہ عنہ) سے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح کردوں۔ تم لوگ گواہ ہو جاؤ کہ میں نے چارسو مثقال چاندی مہر میں مقرر کر کے علی (رضی اللہ عنہ) سے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح کر دیا' اگر علی (رضی اللہ عنہ) راضی ہوں۔ اس وقت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے (پہلے گذرا ہے کہ چارسواسّی درہم میں زرہ فروخت کر کے مہر میں اس کی قیمت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پیش کر دی اور یہاں چارسو مثقال چاندی کا ذکر ہے دونوں روایات اس طرح جمع ہوسکتی ہیں کہ چارسو مثقال چاندی کے وزن کے چارسواسّی درہم بنائے ہوئے ہوں) اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے ایک طبق میں خشک کھجوریں منگائے اور حاضرین سے فرمایا کہ جس کے ہاتھ چھوارے پڑیں لے لیوے۔ چنانچہ حاضرین نے ایسا ہی کیا' پھر اسی وقت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ پہنچ گئے' اُن کو دیکھ کر حضور ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ تم سے

فاطمہ کا نکاح چار سو مثقال چاندی مہر مقرر کرکے کردوں' کیا تم اس پر راضی ہو؟ انھوں نے عرض کیا' جی ہاں میں راضی ہوں یارسول اللہ ﷺ ۔۔ جب سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے رضامندی ظاہر کردی تو حضور ﷺ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا **جمع الله بينكما واعز جدكما وبارك عليكما واخرج منكما كثيرا طيبا** (مواہب لدنیہ) اللہ تعالیٰ تم میں جوڑ رکھے اور تمہارا نصیبہ اچھا کرے اور تم پر برکت دے اور تم سے بہت سی اور پاکیزہ اولاد ظاہر فرمائے۔

ضروری وضاحت : یہاں ایک اہم نکتہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ ام المؤمین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً (۱۰) سال تھی اور ہجرت کے وقت جب کہ آپ سن بلوغیت کو پہنچ چکی تھی اسوقت عمر تقریباً (۱۲) سال تھی ......سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہجرت کے پہلے سال شوال میں مدینہ منورہ میں ہوئی ......اس وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً ساڑھے بارہ سال تھی اور آپ عمر میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹی تھیں ۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ماہ شوال ۱۰ نبوی مکہ معظّمہ میں ہوا' اس وقت سیدہ عائشہ کی عمر سترہ سال تھی لیکن رخصتی ہجرت کے پہلے سال شوال میں مدینہ منورہ میں انیس سال کی عمر میں ہوئی۔ راوی کی غلطی کی وجہ سے سیرت کی کتابوں میں سترہ (۱۷) کے بجائے سات (۷) سال اور انیس (۱۹) کے بجائے نو (۹) سال ہوگیا اور غلط نقل کرنے والوں کا یہ سلسلہ جاری رہا۔۔ جبکہ قرآن مجید کی آیت مبارکہ ﴿حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ﴾ کے پیش نظر نابالغ لڑکی کا نکاح ناجائز قرار دیا گیا ہے اور بلوغ کی شرط عائد کی گئی۔ قرآن مجید نے عورتوں کو مردوں کا اور مردوں کو عورتوں کا لباس قرار دیا ہے۔

ارشادربّانی ہے: ﴿ **هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ** ﴾ (البقرہ)

عورتیں تمھارا لباس (زینت) ہو اور تم ان کا لباس ہو۔

اس ارشاد قرآنی کا مطلب یہ ہے تم اُن کی زینت ہو اور وہ تمھاری۔ تم اُن کی ضرورت ہو اور وہ تمھاری، لباس سے بدن ڈھانکا اور چھپایا جاتا ہے۔ شوہر بیوی اور بیوی شوہر کے خفیہ راز ایسے چھپاتا ہے جیسے بدن کو لباس۔ عورت مرد کے لئے ایسی خاص رہتی ہے جیسے بدن کے لئے اس کا کپڑا۔ عورت کو مرد اور مرد کو عورت کی ہر وقت ایسی ضرورت ہے جیسے ہر موسم میں کپڑے کی۔۔ایک نابالغ لڑکی مرد کا لباس (مرد کے لئے صائب الرائے اور مشیر) کیسے بنے گی اس پر خصوصی غور چاہیے۔

حکم خداوندی : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا حضور ﷺ پر وحی نازل ہوئی' جب فرشتہ چلا گیا تو حضور ﷺ نے مجھے فرمایا: اے انس (رضی اللہ عنہ) کیا تم جانتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام' اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا پیغام لائے ہیں؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے عرض کیا۔۔میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' جبرئیل علیہ السلام کیا خبر لائے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا' مجھے جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہے **ان الله تبارك وتعالیٰ يامرك ان تزوج فاطمه من علی** کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرماتا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کر دیا جائے (نورالابصار)

شادی کا کُرتہ : علامہ صفوری نے علامہ ابن جوزی کے حوالے سے لکھا ہے حضور سید عالم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے جس شب ان کی شادی ہوئی تھی

ایک کرتہ بنایا اور سیدہ کے پاس ایک پیوند لگا ہوا کرتہ بھی تھا اتنے میں ایک سائل نے دروازے پر کھڑے ہو کر سوال کیا **اطلب من بیت النبوۃ قمیصا خلفا** کہ میں نبوت کے گھر سے پرانا کرتہ مانگتا ہوں......سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے چاہا کہ اسے پُرانا کرتہ دے دیدوں، لیکن آپ کو فوراً خدا تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آیا ﴿**لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ**﴾ (آل عمران) تم ہرگز بھلائی حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو اور آپ نے سائل کو اپنا نیا کرتہ عطا فرما دیا۔

بوقت رخصتی حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا اور مجھے ارشاد کیا ہے کہ میں فاطمہ کو سلام کروں اور اُن کے لئے جنتی لباسوں میں سے سُندُسِ اخضر کا ایک خاص لباس ہدیۃً بھیجا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا کو جبریل کا سلام پہنچایا اور وہ لباس جو جبرئیل لائے تھے پہنایا۔ سیدہ اس دیبائے بہشتی کو پہن کر جب کافر عورتوں کے درمیان بیٹھیں تو اس کا نور مشرق و مغرب میں چھا گیا **فلما وقع النور علیٰ ابصار الکافرات خرج الکفر من قلوبھن واظھرن الشادتین** (نزہۃ المجالس)

جب وہ نور اُن کافر عورتوں کی آنکھوں پر پڑا تو اُن کے دل سے کفر نکل گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور حضور ﷺ کی رسالت کی شہادت دینے لگیں (یعنی وہ کلمہ پڑھ کر اسلام لے آئیں)۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے نام پر دی جائے اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ اس سے بہتر عطا فرماتا ہے سیدہ بتول نے اپنا نیا کرتہ سائل کو دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے جنتی دیبائے نازک ولطیف عطا فرمایا۔

محدث دکن حضرت سید عبداللہ شاہ نقشبندی قادری علیہ الرحمہ اپنی کتاب 'شہادت نامہ' میں رقمطراز ہیں :

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے عقد کی تاریخ ودن سنا کر فرمائے کہ جب سلیمان علیہ السلام نے اپنی بیٹی کی شادی کی تو زرد جواہراس قدر تھے کہ دیو اور جنّ سَروں پر جہیز لئے جاتے تھے انھوں نے داماد کو ایک ٹوپی دی تھی جس پر ستّر لعل ٹکے تھے اور ایک ایک لعل کی قیمت سات دینار تھی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ ایک سلیمان علیہ السلام کی بیٹی کی شادی تھی کہ دولہا کو ستر لعل کی ٹوپی ملی تھی یا ایک میری شادی ہے کہ کچھ بھی نہ ملا' یہ خیال آیا اور نکل بھی گیا۔ ایک زمانہ کے بعد جب کہ سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما پیدا ہو چکے تھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ حج کے لئے تشریف لے گئے' آپ نے وہاں دیکھا کہ ایک فقیر بہت بے ادبی سے ہٹ کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ چار ہزار دینار دلا' نہیں تو تیرا پردہ پھاڑتا ہوں۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس مقدس جگہ یہ بے ادبی کیسے! فقیر نے کہا چار ہزار دینار بجز اللہ تعالیٰ کے کون دے گا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا' تم مدینہ منورہ آنا وہاں اللہ تعالیٰ تمہیں دے دیں گے وہ فقیر مدینہ منورہ آ کر ایسے وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملا جب کہ آپ کے گھر میں چھوٹے چھوٹے بچوں پر فاقہ تھا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک باغ تھا اُس کو آپ نے بیچ دیا' اس کے بارہ ہزار دینار آئے' فقیر کو جس قدر دینا تھا دیکر باقی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دیئے اور خالی ہاتھ گھر میں آئے۔

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا فرمائے علی (رضی اللہ عنہ) آپ باغ بیچے اور سب خیرات کر دیئے' اچھا کئے' حسنین کے فاقوں کی بھی کچھ خبر ہے؟ یہ کہہ کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑ لئے ......سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے دُنیا کا باغ بیچا ہوں اور اس کے بدلہ جنت میں باغ خریدا ہوں۔ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا فرمائے اچھا کئے مگر بچوں کے لئے کچھ تو لانا تھا۔

اِدھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑ کر یہ کہہ رہے تھے اُدھر جبرئیل علیہ السلام دوڑتے ہوئے آئے اور عرض کئے یا رسول اللہ ﷺ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیٹی کے گھر جایئے اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے قیدی کو قید سے چھڑایئے۔ حضور ﷺ جب تشریف لائے تو بیٹی کو دیکھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑے ہوئے خفا بیٹھی ہیں۔ آپ کی تعظیم کے لئے اسی حال میں دامن پکڑے ہوئے اُٹھیں۔ آپ نے فرمایا فاطمہ' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنے قیدی کو چھوڑ دو۔

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے فوراً سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دامن چھوڑ دیا' نہ فاقہ کا خیال نہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے بھوک کی پرواہ' رو رو کر معذرت کرنے لگیں کہ علی میرا قصور معاف کردو' اللہ تعالیٰ کے پاس آپ میرے قیدی ٹھیرے ہو' علی اب کیا کروں کیسا ہوگا۔ یہ شوہر کا ادب ہے دو جہاں کی سردارنی سے ذرا سا قصور ہوا ہے تو آپ اتنی معذرت کررہی ہیں۔

بی بیو! خاوند کا بڑا حق ہے۔ خاوند زیادتی بھی کرے تو صبر کرو' شہید کا ثواب ملتا ہے۔

اسی رات خواب میں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سرسبز وشاداب باغ ہے اس میں یاقوت کا تخت بچھا ہوا ہے اس پر ایک نورانی صورت عورت بیٹھی ہوئی ہیں' حوریں خدمت میں ہیں اور پیچھے ایک چاندسی صورت کی عورت کھڑی تخت پر بیٹھی ہوئی بی بی پر مورچھل جھیل رہی ہے اور یہ کہتی جاتی ہے۔

مرحبا اے بنت احمد مرحبا　　　　مرحبا نور محمد مرحبا

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جوغور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ تخت پر بیٹھی ہوئی خاتون سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قریب ہوکر فرمایا فاطمہ میں نے باغ بیچ کر اس کی قیمت بھوکوں کو دی اس کے بدلہ جنت میں تمہیں یہ باغ ملا۔

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا فرمائے، علی (رضی اللہ عنہ) یہ مورچل والی بی بی جو باندی کی طرح مورچل ہلا رہی ہیں اُن کو آپ نے پہچانا، علی (رضی اللہ عنہ) یہی سلیمان علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں جن کی شادی پر آپ کو رشک تھا بڑی آرزوں سے اُن کو میری یہ خدمت ملی ہے۔ کیوں علی (رضی اللہ عنہ) دُنیا کی چار دن کی طمطراق اچھی یا یہاں کی یہ نعمت وعزت۔ (شہادت نامہ مؤلفہ محدث دکن علیہ الرحمہ)

سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا مکان :

نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے مکان کے لئے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ فاطمہ کی رُخصتی کے لئے مکان کی تیاری کی جائے۔ اس موقعہ پر اس کام میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی اُن کے ساتھ معاون تھیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق ہم نے اس کام کی تیاری شروع کی اور وادی بطحاء سے اچھی قسم کی مٹی منگوائی۔ اس مکان کو لیپا پونچا اور صاف کیا پھر ہم نے اپنے ہاتھوں سے کھجور کی چھال درست کر کے دو گدے تیار کئے اور خرما اور منقی سے خوراک تیار کی اور پینے کے لئے شیریں پانی مہیا کیا پھر اس مکان کے ایک کونے میں لکڑی گاڑ دی تا کہ اس پر کپڑے اور مشکیزہ لٹکایا جا سکے۔ جب یہ انتظامات مکمل ہو چکے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں **فما رأينا عرساً احسن من عرس فاطمه** یعنی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی سے بہتر (سادہ، معمولی) شادی ہم نے کوئی نہیں دیکھی (سنن ابن ماجہ)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز :

حضور نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں ایک بچھونا ایک

چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھرئی ہوئی تھی اور دو چکیاں (آٹا پیسنے کے لئے) اور دو مشکیزے عنایت فرمائے ۔(الاصابہ)

ایک روایت میں چار تکیے آئے ہیں اور ایک روایت میں چار پائی کا بھی ذکر ہے (مواہب لدنیہ) ایک روایت میں ہے کہ ان کی رخصتی جس رات کو ہوئی اُن کا بستر مینڈھے کی کھال کا تھا (الترغیب) ممکن ہے کہ یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر کا بستر ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ بھی جہیز میں حضور ﷺ نے عنایت فرمایا۔

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے میرے ساتھ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا اور جہیز میں درج ذیل چیزیں ارسال فرمائیں: **عن علی رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ لما زوجه فاطمة بعث معهما بخميله ووسادة من ادم حشوها ليف ورحيين وسقاءً وجرتين** (مسند احمد)

ایک بڑی چادر' ایک چمڑے کا تکیہ جو کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا ایک چکی (آٹا پیسنے کے لئے)ایک مشکیزہ اور دو گھڑے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی پیاری صاحبزادی کے لئے یہ مختصر سا جہیز عنایت فرمایا گیا اُن کی ازدواجی زندگی کی ضروریات پورا کرنے کے لئے جملہ سامان معیشت یہی کچھ تھا

فاطمہ زہرا کا جس دن عقد تھا ۔۔۔ سن لو ان کے ساتھ کیا کیا نقد تھا
ایک چادر سترہ پیوند کی ۔۔۔ مصطفٰے نے اپنی دختر کو جو دی
ایک توشک جس کا چمڑے کا غلاف ۔۔۔ ایک تکیہ ایک ایسا ہی لحاف
جس کے اندر اُون نہ ریشم روئی ۔۔۔ بلکہ' اس میں چھال خرمے کی بھری ہوئی
ایک چکی پینے کے واسطے ۔۔۔ ایک مشکیزہ تھا پانی کے لئے
ایک لکڑی کا پیالہ ساتھ میں ۔۔۔ نقری کنگن کی جوڑی ہاتھ میں

اور گلے میں ہار ہاتھی دانت کا　　ایک جوڑا بھی کھڑاؤں کا دیا
شاہزادی سید الکونین کی　　بے سواری ہی علی کے گھر گئی
واسطے جن کے بنے دونوں جہاں　　اُن کے گھر تھیں سیدھی سادی شادیاں
اس جہیز پاک پر لاکھوں سلام　　صاحبِ لولاک پر لاکھوں سلام

اُمت کے لئے یہ سادہ اور مختصر سامان سبق آموزی کے لئے ایک نمونہ ہے اور اس بے سروسامانی کے احوال میں ان حضرات کا گزر بسر کرنا عملاً بتلا رہا ہے کہ مسلمان کے لئے اصل چیز فکر آخرت ہے اور یہ زندگی عارضی ہے اس کے لئے کسی بڑی بڑی کد وکاوش کی ضرورت نہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں (**سيدة النسآء فی الجنة**) اُن کی شادی کس سادگی سے حضور ﷺ نے کی۔ یہ بہت غور کرنے کی چیز ہے۔

آج لوگ حضور نبی کریم ﷺ اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت کے بڑے دعوے کرتے ہیں لیکن اُن کے اتباع اور اقتداء کو اپنی اور خاندان کی ذِلت وعار سمجھتے ہیں۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا' حضور ﷺ نے قبول فرمالیا۔ منگنی کے تمام طریقے جن کا آج کل رواج ہے ان میں سے کوئی بھی کام نہیں کیا گیا۔ یہ طریقے لغو اور سنت کے خلاف ہیں۔ مہر بھی تھوڑا سا مقرر کیا گیا۔ ہزاروں روپے مہر میں مقرر کرنا اور وہ بھی فخر اور بڑائی جتانے کے لئے اور پھر ادا نہ کرنا اس میں حضور ﷺ کا اتباع کہاں ہے؟ جو لوگ مہر زیادہ باندھ دیتے ہیں اور پھر ادا نہیں کرتے وہ قیامت کے روز بیوی کے قرضہ داروں میں ہوں گے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی صرف اس طرح ہوئی کہ حضور ﷺ نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔

یہ دونوں جہاں کے بادشاہ (سید عالم ﷺ) کی صاحبزادی کی رخصتی تھی جس میں نہ دُھوم دَھام اور نہ فضول خرچی ہوئی۔ دونوں طرف سے سادگی برتی گئی۔ قرض اُدھار کر کے کوئی کام نہیں کیا گیا۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ سید عالم ﷺ کی پیروی کو نہ صرف اعتقاد سے بلکہ عمل سے بھی ضروری سمجھیں۔

جہیز کتنا مختصر تھا۔ حضور ﷺ نے نہ ہی کسی سے قرض اُدھار کر کے جہیز تیار کیا اور نہ ہی اُس کی فہرست لوگوں کو دکھائی۔ نہ جہیز کی چیزوں کی تشہیر کی گئی۔ ہم کو اس کی پیروی لازم ہے اگر بیٹی کو کچھ دیں تو گنجائش سے زیادہ کی فکر میں نہ پڑیں۔ ضرورت کی چیزیں دیں اور دکھاوا کر کے نہ دیں...... کیونکہ یہ اپنی اولاد کے ساتھ احسان ہے دوسروں کو دکھلا کر دینا یا فہرست دکھانا سراسر خلاف شرع اور خلاف عقل ہے۔

نوٹ : اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے بیٹی داماد کی ازواجی زندگی سنور جائے اور وہ جھگڑوں اور اختلافات سے پاک، خوشگوار دینی ماحول میں زندگی گذاریں تو جہیز میں ایک مختصر سی الماری ضرور دیں جس میں ترجمہ قرآن مجید، کنزالایمان، اور علمائے اہلسنت وجماعت کی کتابیں ہوں ...... بدعقیدگی کے جراثیم سے بچاؤ کے لئے دینی کتابیں تحفہ میں بھی دیں۔

دعوتِ ولیمہ : نکاح کے بعد حضور ﷺ نے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ دعوت ولیمہ بھی ہونی چاہیے۔ مہر ادا کرنے کے بعد جو رقم بچ گئی تھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اسی سے ولیمہ کا انتظام کیا۔ دسترخوان پر پنیر، کھجور، نان، جَو اور گوشت تھا۔ (مواہب لدنیہ)

ماہ ذی الحجہ میں جب رخصت ہوئی   تب علی کے گھر میں ایک دعوت ہوئی
جس میں تھیں دس سیر جَو کی روٹیاں   کچھ پنیر اور تھوڑے خرمے بگماں
اس ضیافت کا ولیمہ نام ہے   اور یہ دعوت سنت اسلام ہے
سب کو ان کی راہ چلنا چاہیے   اور بُری رسموں سے بچنا چاہیے

خانگی اُمور میں کام کی تقسیم : ازواجی زندگی میں خانگی کام کاج ایک اہم ضرورت ہے جب تک سلیقہ سے سَرانجام نہ پائے تب تک گھریلو نظام کار درست نہیں رہتا۔

اسی سلسلہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے گھر کے بارے میں خانگی معاملہ اس طرح متعین فرما دیا تھا کہ' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اندرون خانہ سارا کام کاج سَر انجام دیں گی اور سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ بیرون خانہ کے فرائض بجالائیں گے'۔ (الترغیب'حلیۃ الاولیاء)

اور ایک دوسری روایت میں جو سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ذکر کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے بیرون خانہ کام کاج کی ضرورت میں پوری کروں گا اور گھر کے اندر کے کام میں فاطمہ رضی اللہ عنہا تمہارے لئے کفایت کریں گی' آٹا پیسنا' آٹا گوندھنا' روٹی پکانا' بستر بچھانا' جھاڑو دینا......وغیرہ (الاصابہ)

ابوداؤد شریف میں ہے کہ سید عالم ﷺ کی صاحبزادی چکی پیستی تھیں اور ہانڈی خود پکاتی تھیں اور جھاڑو خود دیتی تھیں۔

آج کل کی عورتیں اس کو عیب سمجھتی ہیں بھلا جنت کی عورتوں کی سردار سے بڑھ کر کون عزت والی عورت ہوسکتی ہے؟ قدرت نے اپنی مخلوق کو علحدہ علحدہ کاموں کے لئے بنایا ہے اور جس کو جس کام کے لئے بنایا ہے اُس کے مطابق اس کا مزاج بنایا ہے ہر چیز سے قدرتی کام لینا چاہیے جو خلاف فطرت کام لے گا وہ خرابی میں پڑے گا۔ عورت کو گھر میں رہ کر اندرون زندگی سنبھالنے کے لئے بنایا گیا ہے اور مرد کو باہر پھر کر کمانے اور باہر کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بنایا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ پچاس عورتوں کی کمائی میں وہ برکت نہیں جو ایک مرد کی کمائی میں ہے اور پچاس مردوں سے گھر میں رونق نہیں جو ایک عورت سے ہے اسی لئے شوہر کے ذمہ بیوی کا سارا خرچ رکھا ہے اور بیوی کے ذمہ شوہر کا خرچہ نہیں' کیونکہ عورت کمانے کے لئے بنی ہی نہیں۔

اسی لئے عورتوں کو وہ چیزیں دیں جس سے اُس کو مجبوراً گھر میں بیٹھنا پڑے اور مَردوں کواس سے آزاد رکھا جیسے بچے پیدا کرنا، حیض ونفاس آنا، بچوں کو دودھ پلانا وغیرہ...... جب آپ نے اتنا سمجھ لیا کہ مرداورعورت ایک ہی کام کے لئے نہ بنے بلکہ علحدہ علحدہ کاموں کے لئے تو اب جو کوئی ان دونوں فریقوں کو ایک کام سپرد کرنا چاہے وہ قدرت کا مقابلہ کرتا ہے اس کو کبھی کامیابی نہ ہوگی ۔ گویا یوں سمجھو کہ عورت اور مرد زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں عورت اندرونی وگھریلو دونوں کے لئے اور مرد باہر کے لئے ۔ اگر آپ نے عورت اور مردوں کو باہر نکال دیا تو گویا آپ نے زندگی کی گاڑی کا ایک پہیہ نکال دیا تو یقیناً گاڑی نہ چل سکے گی ۔

تسبیحات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا : سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رفتار وگفتار اور عادات وخصائل میں حضور ﷺ کا بہترین نمونہ تھیں وہ نہایت متقی، قناعت پسند اور دیندار خاتون تھیں ۔ جب سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اپنے زوج محترم سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنے لگیں تو خانگی کام کاج خود انجام دیتی تھیں ۔ اسلام کا ابتدائی دور تھا فتوحات اسلام روز بروز وسعت پذیر ہورہی تھیں ۔ مدینہ منورہ میں مالِ غنیمت آنا شروع ہوگیا تھا غلام اور لونڈیاں بھی آئی تھیں اس وقت جب کہ شہزادی کونین خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اپنے مقدس ہاتھوں سے محنت ومشقت سے گھر کے سارے کام خود انجام دیتی تھی ۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مشورہ دیا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں کچھ باندیاں اور غلام آئے ہیں، حضور رحمۃ للعالمین ﷺ سے ایک باندی مانگ لیں، کام میں آسانی اور سہولت ہوگی ۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت بابرکت میں معروضہ پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ آپ کی لخت جگر فاطمہ (رضی اللہ عنہا) گھر کے سارے کام اپنے

ہاتھوں سے خود کرتی ہیں چکی پیستی ہیں' پانی مشکیزہ میں بھر کے وزن اُٹھا کر لاتی ہیں ہاتھوں میں گٹّے پڑ گئے ہیں' سینے پر رسّی کے نشان بن گئے' جھاڑو دینے کی وجہ سے کپڑے بھی گرد آلود ہو جاتے ہیں......اگر ایک باندی آپ کی شہزادی لختِ جگر فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی خدمت کے لئے مل جائے تو کام میں آسانی اور سہولت ہوگی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیٹی فاطمہ! اللہ عزوجل سے ڈرتی رہو' فرائض کی پابندی کرنے کے ساتھ ساتھ گھر کے کام بھی اپنے ہاتھوں ہی کرتی رہو اور جب تھک کر سونے کا ارادہ ہو تو **سبحان الله** ۳۳ مرتبہ' **الحمد لله** ۳۳ مرتبہ اور **الله اکبر** ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کرو' یہ تمہارے لئے باندی سے بہتر ہے۔ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کی: میں اللہ عزوجل اور اُس کے رسول ﷺ سے راضی ہوں (ابوداؤد)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عطا کردہ یہی وظیفہ نمازوں کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ حضرت مُلّا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے جو تسبیحات پڑھنے کی تعلیم فرمائی ہے اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ سوتے وقت ان تسبیحات کے پڑھنے سے تھکن دُور ہونے کے ساتھ ساتھ کام کاج کرنے کی قوت بھی بڑھ جاتی ہے اور فرماتے ہیں یہ عمل مجرب ہے (یعنی تجربہ سے ثابت ہے) حصن حصین میں حضرت علامہ محمد ابن جوزی رضی اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص کام کرنے میں تھک جاتا ہو یا کام کرنے کے لئے قوت وطاقت کی زیادتی کا خواہشمند ہو تو سوتے وقت یہ تسبیحات پڑھ لیا کرے۔

ان واقعات سے خواتین کے لئے درس عبرت ملتا ہے کہ اسلام میں جن گھرانوں کا مقام بہت بلند ہے اُن گھروں کی مقدس عورتوں نے نہایت سادگی سے گذر کیا۔ خانگی امور اپنے ہاتھوں سے بجا لائیں اور اجر وثواب کی مستحق ہوئیں۔ قیامت تک آنے والی عورتوں کے لئے انھوں نے نمونے قائم کر دیئے۔

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی عبادت کو یاد کرو' دن بھر شوہر اور بچوں کی خدمت کرتی تھیں' پانی بھرنا' چکّی پیسنا' جھاڑو دینا' یہ سب کام خود انجام دیتی تھیں گھر میں کوئی لونڈی یا غلام نہیں تھا دن بھر تھکی ہوئی رہتی تھیں مگر جب رات آتی تھی خاتونِ جنت اپنا چٹائی کا مصلیٰ بچھا کر نماز کی نیت باندھتی تھیں اور ایسے ذوق وشوق کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں کہ کبھی کبھی ایک ہی سجدے میں صبح ہو جاتی تھی۔ یہ نفل نمازوں کا حال تھا۔

آج ہم فرض نمازوں کو بھی بے دریغ قضا کر دیتے ہیں اور پھر اللہ ورسول کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں جو حقیقت میں بالکل غلط ہے۔ ہم اللہ کی نافرمانی بھی کرتے ہین اور پھر اس کی محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں' یہ محال بات ہے اور بالکل ہی نزالا دھندا ہے اگر ہماری محبت سچی ہوتی تو ہم ضرور اس کے فرماں بردار ہوتے ...... کیونکہ انسان کو جس سے محبت ہوتی ہے ضرور اس کا فرماں بردار ہوتا ہے۔ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا گھریلو کام کاج کے باوجود اس قدر عبادت بھی کرتی تھی۔

میرا ایمان ہے کہ اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اشارہ کر دیتیں تو جنت سے حوریں آ کر آپ کی چکّی پیس دیتیں' پانی بھر دیتیں' مگر اس کے باوجود آپ خود ہی مشقت اُٹھا کر تمام گھریلو کام خود انجام دیتی تھیں یہ درحقیقت اُمت رسول کی عورتوں کو تعلیم دینا تھا کہ اے اُمت رسول کی عورتو ...... دیکھو میں شاہزادی رسول ہوں اور میری شان یہ ہے کہ:

گھر میں چکّی کی صدائیں' آستاں پر جبرئیل   تو نے شانِ خاندانِ فاطمی دیکھی نہیں

مگر اس کے باوجود میں اپنے شوہر کے گھر کی ساری خدمت خود انجام دیتی ہوں کیونکہ ایک نیک بی بی کے لئے یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ وہ اپنے شوہر کی خدمت کرے اور پھر شوہر اور بچوں کی خدمت سے فارغ ہو کر اپنے مالک ومولا کی بندگی بھی کرے۔

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اس فقر وغنا کے ساتھ کمال درجہ کی عابدہ تھیں۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی ماں کو شام سے صبح تک عبادت کرتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرتے دیکھا لیکن انھوں نے کبھی اپنی دعاؤں میں اپنے لئے کوئی درخواست نہ کی۔

ایک دفعہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا علیل تھیں لیکن علالت میں بھی رات بھر عبادت میں مصروف رہیں جب سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لئے مسجد گئے تو وہ نماز کے لئے کھڑی ہوگئیں نماز سے فارغ ہوکر چکّی پیسنے لگی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے واپس آکر اُن کو چکی پیستے دیکھا تو فرمایا: اے رسولِ خدا کی بیٹی' اتنی مشقت نہ اُٹھایا کرو۔ تھوڑی دیر آرام کرلیا کرو' کہیں زیادہ بیمار نہ ہوجاؤ۔ فرمانے لگیں......اللہ تعالیٰ کی عبادت اور آپ کی اطاعت مرض کا بہترین علاج ہے۔ اگر ان میں سے کوئی موت کا سبب بن جائے تو اس سے بڑھ کر میری خوش نصیبی کیا ہوگی۔

ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ مسلمان عورت کے اوصاف کیا ہیں؟ انھوں نے عرض کیا: عورت کو چاہیے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرے' اولاد پر شفقت کرے' اپنی نگاہ نیچی رکھے' اپنی زینت کو چھپائے' نہ خود غیر کو دیکھے نہ غیر اُس کو دیکھ پائے۔ حضور نبی کریم ﷺ یہ جواب سُن کر بہت خوش ہوئے۔

دینی بے فکری اور آخرت سے غفلت جو عورتوں میں دِن بدن بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے اُس کی روک تھام کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ انھیں قرآن وحدیث کے احکام اور نصائح ومواعظ اور آداب واخلاق سے آگاہ کیا جائے اور عہد نبوت کی خواتین یعنی حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات' صاحبزادیوں اور صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے اوصاف حمیدہ اور احوال سعیدہ سے واقف کرایا جائے۔

سید عالم ﷺ کی بیویوں اور بیٹیوں رضی اللہ عنہن کا دین کے لئے تکلیفیں سہنا'

آخرت کا فکر مند ہونا' بھوک و پیاس پر صبر کرنا' ذکر الٰہی میں مشغول رہنا' گھر کے کام کاج سے عار نہ کرنا اور دین سیکھنا اور اس کو پھیلانا' صدقہ وخیرات میں بے مثل ہونا' ہاتھ کی کمائی سے صدقہ کرنا' جہاد وغزوات میں شریک ہونا وغیرہ وغیرہ ملے گا۔ مسلمان عورتوں کو ان اُمور میں ان مقدس خواتین کا اتباع کرنا لازم ہے جنھوں نے نبوت کے گھرانوں میں سید عالم ﷺ کی ہدایت کے مطابق زندگی گذار کر کامیابی حاصل کی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

آج کی مسلمان کہلانے والی عورتیں دین سے جاہل اور آخرت سے غافل ہوگئی ہیں اور اپنی زندگی ان طریقوں پر گذارنے کو جن پر چل کر سید عالم ﷺ کی بیویاں اور بیٹیاں بارگاہِ خداوندی میں مقرب ہوئیں' عار سمجھ کر کافر ومشرک عورتوں' فیشن ایبل ماڈرن نصرانی' یہودی عورتوں' فلمی عورتوں اور ماڈلس کے طور وطریق کو پسند کرنے لگی ہیں۔

شهزادی کونین کی زندگی

آئیں جب خاتون جنت اپنے گھر   پڑگئے سب کام اُن کی ذات پر
کام سے کپڑے بھی کالے پڑگئے   ہاتھ میں چکی سے چھالے پڑگئے
دی خبر زہرا کو اسداللہ نے   بانٹے ہیں قیدی رسول اللہ نے
ایک لونڈی بھی اگر ہم کو ملے   اس مصیبت سے تمہیں راحت ملے
سُن کے زہرا آئیں صدیقہ کے گھر   تاکہ دیکھیں ہاتھ کے چھالے پدر
پر نہ تھے دولت کدہ میں شاہ دیں   والدہ سے عرض کرکے آگئیں
گھر میں جب آئے حبیبِ کبریا   والدہ نے ماجرہ سارا کہا
ایک خادم آپ اگر اُن کو بھی دین   چکّی اور چولہے کے وہ دُکھ سے بچیں

شب کو آئے مصطفیٰ زہرا کے گھر   اور کہا دختر سے اے جان پدر
ہیں یہ خادم اُن یتیموں کے لئے   باپ جن کے جنگ میں مارے گئے
تم پہ سایہ ہے رسول اللہ کا   آسرا رکھو فقط اللہ کا
ہم تمہیں تسبیح اک ایسی بتائیں   آپ جس سے خادموں کو بھول جائیں
اولاً سبحان ۳۳ بار ہو   اور پھر الحمد اتنی ہی پڑھو
اور ۳۴ بار ہو تکبیر بھی   تا کہ سو ہوجائیں یہ مل کر سبھی
پڑھ لیا کرنا اسے ہر صبح وشام   وِرد میں رکھنا اُسے اپنے مدام
خُلد کی مختار راضی ہوگئیں   سُن کے یہ گفتار خوش خوش ہوگئیں
سالک اُن کی راہ جو کوئی چلے   دین ودُنیا کی مصیبت سے بچے

مسکن نبوی ﷺ سے قربت

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا گھر مسکن نبوی ﷺ سے کسی قدر فاصلہ پر تھا' آنے جانے میں تکلیف ہوتی تھی۔ ایک دن حضور نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ بیٹی مجھے اکثر تمہیں دیکھنے کے لئے آنا پڑتا ہے میں چاہتا ہوں تمہیں اپنے قریب بُلا لوں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپ کے قرب وجوار میں حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے بہت سے مکانات ہیں آپ اُن سے فرمائیے' وہ کوئی نہ کوئی مکان خالی کردیں گے۔ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ایک متمول انصاری تھے اور کئی مکانات کے مالک تھے جب سے حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے وہ اپنے کئی مکانات یکے بعد دیگرے حضور ﷺ کی نذر کر چکے تھے۔ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حارثہ رضی اللہ عنہ کے مکان کے لئے حضور نبی کریم ﷺ

سے التماس کی تو آپ نے فرمایا کہ حارثہ (رضی اللہ عنہ) سے اب کوئی مکان مانگتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے کیونکہ وہ پہلے ہی اللہ اور اللہ کے رسول کی خوشنودی کے لئے کئی مکان دے چکے ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خاموش ہوگئیں۔

یہ خبر عام ہوتے ہوتے حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ تک پہنچی کہ حضور ﷺ، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے قرب بُلانا چاہتے ہیں لیکن مکان نہیں مل رہا ہے وہ فوراً حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کسی قریبی مکان میں لانا چاہتے ہیں یہ مکان جو آپ کے متصل ہے میں خالی کئے دیتا ہوں، آپ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بُلا لیجئے۔ اے میرے آقا میرا جان و مال حضور ﷺ پر قربان ہے خدا کی قسم جو چیز حضور ﷺ مجھ سے لیں گے مجھے اُس کا حضور ﷺ کے پاس رہنا زیادہ محبوب ہوگا بہ نسبت اُس کے کہ میرے پاس رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں خیر و برکت دے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں منتقل کرلیا۔

امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معرکۃ الآراء تفسیر درمنثور میں لکھا ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ حضور ﷺ نے یہ آیت مبارکہ ﴿**فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَیُذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ ۙ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیۡہَا بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ**﴾ (سورہ النور) (ان گھروں میں حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ بلند کئے جائیں اور لیا جائے اُن میں اللہ تعالیٰ کا نام، اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اُن گھروں میں صبح و شام) تلاوت فرمائی تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ **ھٰذا البیت منھا لبیت علی وفاطمۃ** کیا یہ گھر جس میں علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رہتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا **نعم من افاضلھا** ہاں یہ ان بہترین گھروں میں سے ہے۔ (تفسیر درمنثور)

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی :

حضور نبی کریم ﷺ نے جو حال فقر و فاقہ کا اپنے لئے پسند فرمایا وہی داماد اور بیٹی کے لئے پسند فرمایا تھا۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے یہاں نہ اسباب عیش فراہم تھے اور نہ خورد و نوش کی کثرت تھی۔

ایک مرتبہ سید عالم ﷺ کی خدمت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے پاس صرف ایک مینڈھے کی کھال ہے جس پر ہم رات کو سوتے ہیں اور دن کو اُس پر اونٹ کو چارہ کھلاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے میری بیٹی : صبر کرو' کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے دس سال تک اپنی بیوی کے ساتھ قیام کیا اور دونوں کے پاس صرف ایک عبا تھی (اسی کو اوڑھتے اور بچھاتے تھے) (شرح مواہب لدنیہ)

ایک مرتبہ حضور ﷺ' سیدنا صدیق اکبر و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے' انھوں نے آپ کی دعوت کی اور ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے سالن پکایا اور روٹی تیار کی۔ حضور ﷺ نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو دیا کہ یہ فاطمہ کو پہنچا دو' اُس کو بھی کئی روز سے کچھ نہیں مل سکا' چنانچہ وہ اسی وقت پہنچا آئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ' روایت فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ حضور ﷺ کو جَو کی روٹی کا ایک ٹکڑا دیا' حضور ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) تین روز سے میں نے کچھ کھایا نہیں' اتنا عرصہ گذر جانے پر یہ مجھے ملا ہے۔ (الترغیب والترہیب)

حضور نبی کریم ﷺ ایک روز سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے

اس وقت سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما موجود نہ تھے حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ میرے بیٹے کہاں ہیں؟ عرض کیا آج اس حال میں صبح ہوئی کہ ہمارے گھر چکھنے کو بھی کچھ نہ تھا لہٰذا علی رضی اللہ عنہ اُن دونوں کو یہ کہہ کر باہر لے گئے ہیں کہ گھر میں روکر پریشان کریں گے فلاں یہودی کے پاس گئے ہیں تاکہ کچھ محنت مزدوری کرکے لادیں۔ یہ سُن کر حضور ﷺ بھی اس طرف توجہ فرمائی اور اُن کو تلاش فرمالیا۔ وہاں دیکھا کہ دونوں بچے ایک کیاری میں کھیل رہے ہیں اور اُن کے سامنے کچھ کھجوریں پڑی ہیں۔ حضور ﷺ نے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرے ان بچوں کو گھر نہیں لے چلتے ہو؟ گرمی تیز ہونے سے پہلے پہلے لے چلو۔ انھوں نے عرض کیا' اس حال میں آج صبح ہوئی ہے کہ ہمارے گھر میں کچھ بھی (کھانے بلکہ چکھنے کو) نہ تھا اس لئے اُن کو لے کر آیا ہوں۔ اب میرے اور بچوں کے پیٹ میں تو کچھ پہنچ گیا مگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے کچھ کھجوریں اور جمع کرنی ہیں۔ تھوڑی دیر تشریف رکھیں تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے بھی چند کھجوریں جمع کرلوں۔ حضور ﷺ مزید ٹھہر گئے حتیٰ کہ کچھ کھجوریں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے جمع ہوگئیں۔ ان کھجوروں کو ایک چھوٹے سے کپڑے میں باندھ کر واپس ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن وسیدنا حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں لیا اور اسی طرح گھر پہنچے۔ (الترغیب والترہیب)

واقعہ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے یہودی کے باغ میں مزدوری کرکے اپنے لئے اور بچوں کے لئے اور اپنی اہلیہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے کھجوریں حاصل کی تھیں۔

حضور ﷺ کے گھر میں بھی فقروفاقہ رہتا تھا اور آپ کی صاحبزادی کے گھر میں

بھی یہی حال تھا جب کچھ میسر آ جاتا تو ایک دوسرے گھر کی خبر لیتے تھے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے گھر میں کچھ نہ تھا جسے میں کھا لیتا اور اگر حضور ﷺ کے گھر میں کچھ ہوتا تو مجھے پہنچ جاتا' لہذا میں مدینہ منورہ سے باہر ایک جانب کو نکل گیا اور ایک یہودی کے باغ کی دیوار کے باہر سے جوشق ہوگئی تھی اندر جھانکا۔ باغ والے یہودی نے کہا کہ اگر ہر ڈول پر ایک کھجور لینا منظور ہو تو میرے باغ کو پانی دیدے۔ میں نے کہا اچھی بات ہے دروازہ کھول کر پانی کھینچنا شروع کر دیا۔ ہر ڈول پر وہ مجھے ایک کھجور دیتا جاتا تھا جب اتنی کھجوریں ہوگئیں کہ میری تھیلی بھر گئی تو میں نے کہا بس مجھے یہ کافی ہیں۔ اُن کو کھا کر اور پانی پی کر میں حضور ﷺ کی خدمت میں آ گیا۔ حضور ﷺ اس وقت مسجد میں صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف رکھتے تھے۔ (الترغیب والترہیب)

ایک مرتبہ قبیلہ بنوسلیم کا ایک بوڑھا ضعیف آدمی مسلمان ہوا' حضور ﷺ نے اُسے دین کے ضروری احکام و مسائل بتائے اور پھر اس سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ مال بھی ہے؟ اُس نے کہا خدا کی قسم ! بنی سلیم کے تین ہزار آدمیوں میں سب سے زیادہ غریب اور فقیر میں ہی ہوں۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھا اور فرمایا تم میں سے کوئی اس مسکین کی مدد کرے گا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اُٹھے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس ایک اونٹنی ہے جو میں اس کو دیتا ہوں۔ حضور ﷺ نے پھر فرمایا' کون ہے جو اس کی خوراک کا بندوبست کرے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اعرابی کو ساتھ لیا اور اس کی خوراک کا انتظام کرنے نکلے' چند گھروں سے دریافت کیا لیکن وہاں سے کچھ نہ ملا پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ پوچھا کون ہے؟ انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا اور التجا کی

کہ اے اللہ کے سچے رسول کی بیٹی ! اس مسکین کی خوراک کا بندوبست کیجئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آبدیدہ ہوکر فرمایا: اے سلمان رضی اللہ عنہا' خدا کی قسم آج ہم سب کو تیسرا فاقہ ہے دونوں بچے بھوکے سوئے ہیں لیکن سائل کو خالی ہاتھ جانے نہ دوں گی۔ جاؤ یہ میری چادر شمعون یہودی کے پاس لے جاؤ اور کہو فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد رسول اللہ ﷺ کی یہ چادر رکھ لو اور اس غریب انسان کو تھوڑی سی جنس (کھانے پینے کی چیزیں) دے دو۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اعرابی کو ساتھ لے کر یہودی کے پاس پہنچے۔ اس سے تمام کیفیت بیان کی' وہ حیران رہ گیا اور پھر پُکار اُٹھا: اے سلمان رضی اللہ عنہ! خدا کی قسم یہ وہی لوگ ہیں جن کی خبر توریت میں دی گئی ہے گواہ رہنا کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باپ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا' اس کے بعد کچھ غلّہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دیا اور چادر بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو واپس بھیج دی' وہ لے کر اُن کے پاس پہنچے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے اناج پیسا اور جلدی سے اعرابی کے لئے روٹی پکا کر سلمان رضی اللہ عنہ کو دی۔ انہوں نے کہا' اس میں سے کچھ بچوں کے لئے رکھ لیجئے۔ جواب دیا: جو چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے چکی وہ میرے بچوں کے لئے جائز نہیں۔ سلمان رضی اللہ عنہ روٹی لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' حضور ﷺ نے وہ روٹی اعرابی کو دی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے' اُن کے سَر پر اپنا دستِ شفقت رکھا' آسمان کی طرف دیکھا اور دُعا فرمائی یاالہ العلمین: فاطمہ تیری کنیز ہے اس سے راضی رہنا۔

ایک دفعہ کسی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ چالیس اونٹوں کی زکوٰۃ کیا ہوگی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تمہارے لئے صرف ایک اونٹ اور اگر میرے پاس چالیس اونٹ ہوں تو میں سارے ہی راہِ خدا میں دے دوں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ساری رات ایک باغ سینچا اور اُجرت میں تھوڑے سے جَو حاصل کئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اُن کا ایک حصہ لے کر آٹا پیسا اور کھانا تیار کیا۔ عین کھانے کے وقت ایک مسکین نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا: میں بھوکا ہوں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وہ سارا کھانا اُسے دے دیا۔ پھر باقی اناج کا کچھ حصہ لے کر پیسا اور کھانا پکایا۔ ابھی کھانا پک کر تیار ہوا ہی تھا کہ ایک یتیم نے دروازہ پر آکر دستِ سوال دراز کیا۔ وہ سب کھانا اُسے دے دیا۔ پھر باقی اناج پیسا اور کھانا تیار کیا' اتنے میں ایک مشرک قیدی نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کھانا مانگا' وہ سب کھانا اس کو دے دیا گیا۔ غرض سب اہلِ خانہ نے اس دن فاقہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کو اُن کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ اس سارے گھر کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ﴿**وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا**﴾ (الدھر) اور وہ اللہ کی راہ میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

سورۂ دہر میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سخاوت کا ایسا شاہکار مذکور ہے کہ اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تین روزوں کی منت مانی تھی جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے روزے کی نیت کی تو سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی روزے کی نیت کر لی' گھر کی باندی فضّہ نے بھی روزے روزے کی نیت کر لی۔ آج سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا پورا گھر روزہ دار ہے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بازار سے جَو لائے یہ جَو گھر کی چکی میں پیسا گیا اور شام کو تین روٹیاں پکائی گئیں۔ تینوں روزے دار افطار کے انتظار میں ہیں کہ دروازے پر ایک مسکین نے روٹی کا سوال کیا' خاتون جنت نے اُمت رسول کے ایک مسکین کی آواز سُنی تو دل بھر آیا'

آپ نے اپنی روٹی مسکین کو دے دی اور پانی سے روزہ افطار کرلیا۔ سیدنا علی مرتضٰی اور بی بی فضہ نے بھی اپنی اپنی روٹیاں مسکیں کو دے کر پانی سے افطار کرلیا پھرسحری کے وقت بھی چند گھونٹ پانی پی لیا۔ اسی طرح دوسرے دن بھی تین روٹیاں پکیں، پھرافطار کا وقت آیا تو دروازے پرایک یتیم نے روٹی کا سوال کردیااور کل کی طرح آج بھی تینوں نے اپنی اپنی روٹیاں یتیم کو دے دیں اور پانی سے افطار کرلیا پھر تیسرا روزہ ہوا پھر تین روٹیاں پکائی گئیں، پھرافطار کا وقت ہوا تو ایک قیدی کی صدا کان میں آئی کہ وہ دروازے پر روٹی طلب کررہا ہے پھر تینوں اپنے اپنے سامنے سے روٹیاں اُٹھا کر غریب قیدی کو دے دیتے ہیں اور خود پانی سے روزہ افطار کرلیتے ہیں۔ تینوں روزے اس طرح ادا ہوئے کہ سحری بھی پانی سے اور افطار بھی پانی سے۔

بھوکے رہتے تھے خود اوروں کو کھلا دیتے تھے
کیسے صابر تھے محمد کے گھرانے والے

مدینہ منورہ کی زمین پر یہ واقعہ ہوا مگر عرش بریں تک اس کی دھوم مچ گئی۔ جبرئیل امین سورۂ دہر لے کر نازل ہوئے اور یہ مقدس آیتیں نازل ہوئیں۔ ﴿**وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا**﴾ یعنی یہ اہل بیت نبوت کھانے کی محبت کے باوجود اپنا کھانا مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں اور یہ بھی کس طرح؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ﴿**اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا**﴾ یعنی کھانا کھلاتے وقت یوں کہتے ہیں کہ ہم تو ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں ہم تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتے بلکہ ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ تم ہمارا شکریہ ادا کرو۔

رسول کا گھرانا بھی عظیم گھرانا ہے یہ اہل بیت کی مقدس نفوس قدسیہ کو بھی دیکھو۔

قرآن مجید میں اُن کی بھی ادائیں محفوظ نظر آتی ہیں ﴿**لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُوْرًا**﴾ ہم تم سے کوئی جزاء نہیں چاہتے' جزاء چاہنا تو اور' دولت تو بڑی چیز' سرمایہ تو بڑی چیز' ہم تو تم سے یہ بھی نہیں چاہتے کہ تم لفظوں میں ہمارا شکریہ ادا کرو۔

مسکینوں کو اپنے آگے کا کھانا اُٹھا کر دینے والے' اسیروں کو اپنے آگے کا کھانا کھلا دینے والے' قیدیوں کو اپنے اُوپر ترجیح دینے والے' مسلسل تین تین دن فاقے سے رہ کر کے حاجتمندوں کی حاجت کو پوری کرنے والے۔۔ایک طرف تو دوسروں کی حاجت پوری کر رہے ہیں' اپنے مفاد پر دوسرے کے مفاد کو ترجیح دے رہے ہیں اور دوسری طرف یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ہم تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتے۔۔۔ہم تم سے شکریے کا ایک کلمہ بھی نہیں چاہتے۔کلمات تشکر بھی نہیں چاہتے۔۔تو بتاؤ جب رسول کے گھر کا یہ مزاج ہے۔جب اہل بیت کا یہ مزاج ہے' جب رسول کی آغوش کے پَروردہ کا یہ مزاج ہے تو پھر ماننے والے کا مزاج کیا ہوگا۔۔تربیت دینے والے کا مزاج کیا ہوگا؟

یہ اہل بیت نبوت کی سخاوت کا ایک منظر ہے ہمارا حال یہ ہے کہ چمڑی جائے مگر دمڑی نہ جائے۔ اگر کبھی کسی کو کچھ دے دیا تو پھر عمر بھر اُس کا احسان جتاتے رہتے ہیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو بُلا لاؤ۔ جس وقت میں اُن کے گھر گیا تو دیکھا کہ سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا' شہزادہ حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں لئے چکّی پیس رہی ہیں۔ فی الحقیقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اکثر یہ حال ہوتا تھا کہ دو' دو وقت کے فاقے ہوتے تھے اور بچوں کو گود میں لے کر چکّی پیسا کرتی تھیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر حضور ﷺ کا تشریف لانا :

حضور نبی کریم ﷺ' اللہ تعالیٰ سے تعلق ومحبت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بھی پوری

طرح مشغول رہتے تھے اور مخلوق کے حقوق کی ادائیگی اور میل جول میں بھی کوتاہی نہ فرماتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ معلم انسانیت ہیں اس لئے آپ کی زندگی ساری اُمت کے لئے نمونہ ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی سے سبق ملتا ہے کہ نہ تو انسان کو سراسر کنبہ وخاندان کی محبت میں پھنس کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہونا چاہیے اور نہ بزرگی کے دھوکہ میں کنبہ وخاندان سے کٹ کر اذکار واذ راد کو مشغلہ زندگی بنا لینا چاہیے۔ اعلیٰ اور اکمل مقام یہی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا پورا پورا اتباع کرے اور ہر شعبہ زندگی میں حضور ﷺ کے اقتدا کو ملحوظ رکھے۔

حضور ﷺ نے نکاح بھی کئے' آپ کو اولاد بھی ہوئی' پھر صاجزادیوں کی شادیاں بھی کیں اور اُن کی شادیاں کر دینے کے بعد بھی اُن کی خیر خبر رکھی۔ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح جب آپ نے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے کر دیا تو آپ اسی روز رات کو اُن کے پاس تشریف لے گئے' اکثر جاتے رہتے تھے' اُن کے حالات کی خیر خبر رکھتے تھے اور اُن کے بچوں کو پیار کرتے تھے۔

ایک مرتبہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان آپس میں کچھ رنجش ہوگئی تو حضور ﷺ اُن کے گھر تشریف لے جا کر صلح کرا دی' اس کے بعد باہر تشریف لائے۔ حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ جب اُن کے گھر میں داخل ہوئے تو چہرے پر کوئی خوشی کا اثر نہ تھا لیکن جب آپ باہر تشریف لائے تو چہرہ پر خوشی کے آثار ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں کیوں خوش نہ ہوں جب کہ میں نے اپنے دو پیاروں کے درمیان صلح کرا دی (الاصابہ)

ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے دیکھا کہ سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا اونٹ کی کھال کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور اُس

میں بھی تیرہ (۱۳) پیوند لگے ہیں' آٹا گوندھ رہی ہیں اور زبان پر کلام اللہ کا وِرد جاری ہے۔ حضور ﷺ یہ منظر دیکھ کر آب دیدہ ہوگئے اور فرمایا 'فاطمہ دُنیا کی تکلیف کا صبر سے خاتمہ کرو اور آخرت کی دائمی مسرت کا انتظار کرو' اللہ تعالیٰ تمہیں نیک اجر دے گا'۔

ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے' وہاں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو موجود نہ پایا' صاحبزادی سے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ عرض کیا کہ ہماری آپس میں کچھ رنجش ہوگئی تھی لہذا وہ غصہ ہوکر چلے گئے اور میرے پاس قیلولہ نہیں کیا (الاصابہ) حضور نبی کریم ﷺ نے کسی سے فرمایا کہ دیکھنا وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے جا کر تلاش کیا اور واپس آ کر عرض کیا کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے' دیکھا کہ وہ لیٹے ہوئے سو رہے ہیں اور اُن کے پہلو سے چادر گرگئی ہے جس کی وجہ سے اُن کے جسم کو مٹی لگ گئی ہے۔ حضور ﷺ مٹی پونچھنے لگے اور فرمایا **قم ابا تراب قم ابا تراب** او مٹی والے اُٹھ' او مٹی والے اُٹھ۔ (بخاری شریف)

سیدنا علی مرتضیٰ کو جب کوئی **یاابا تراب** کہتا تھا تو وہ اتنا مسرور ہوا کرتے تھے جیسے دارین کی انہیں نعمت مل گئی ہے۔۔اس لئے کہ یہ محبوب کے منہ کا نکلا ہوا فقرہ ہے۔

صاحب فتح الباری نے اس حدیث سے کئی مسئلے ثابت کئے ہیں (۱) جو غصہ میں ہو اُس سے ایسی مذاق کرنا جس سے اُن کو مانوس کیا جا سکے درست ہے (۲) اپنے داماد کی دِلداری اور ناراضگی دُور کرنا بہتر عمل ہے (۳) باپ اپنی بیٹی کے گھر میں بغیر داماد کی اجازت کے داخل ہوسکتا ہے جب کہ یہ معلوم ہو کہ اس کو گرانی نہ ہوگی۔ (فتح الباری)

ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے وہاں پہنچ کر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمانے لگے، اتنے میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ آ پہنچے حتیٰ کہ دونوں ایک دوسرے سے گلے لپٹ گئے۔ اس وقت حضور ﷺ نے دُعا کی کہ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت کرے اُس سے بھی محبت فرما (مشکوٰۃ عن البخاری ومسلم) یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ چھوٹے سے تھے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ ہمارے (بچپن کے زمانہ میں) رسول اللہ ﷺ مجھ کو اپنے ایک بازو بٹھاتے تھے اور دوسرے بازو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھا لیتے تھے اور دونوں کو چمٹا لیتے تھے اور یوں دُعا فرماتے تھے **اللھم ارحمھما فانی ارحمھما** (بخاری شریف) اے اللہ اُن پر رحم فرما کیونکہ میں اُن پر رحم کرتا ہوں۔

بعض مرتبہ حضور ﷺ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرماتے کہ میرے بیٹوں (حسنین کریمین) کو لاؤ پھر آپ اُن کو سونگھتے اور سینہ سے چمٹاتے تھے۔ (ترمذی)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کو میں ایک ضرورت کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا (باہر سے آپ نے آنے کی اطلاع دی) آپ چادر لپٹے ہوئے باہر نکلے۔ چادر میں کچھ محسوس ہوتا تھا میں نے جب اپنی ضرورت پوری کر لی تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے جسے آپ لپیٹے ہوئے ہیں؟ آپ نے چادر کھول دی تو میں نے دیکھا کہ آپ کے ایک کونے پر حسن رضی اللہ عنہ اور دوسرے کونے پر حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے اس وقت فرمایا کہ یہ میری اولاد ہیں اور میری صاحبزادی کی اولاد ہیں، پھر یہ دُعا فرمائی **اللھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما** (مشکوٰۃ شریف) اے اللہ میں اُن سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اُن سے محبت فرما اور جو اُن سے محبت کرے اُن سے بھی محبت فرما۔

ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ اس حال میں باہر تشریف لائے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ آپ کے دوش مبارک پر بیٹھے ہوئے تھے (مشکوٰۃ شریف)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دینی تربیت :

حضور نبی کریم ﷺ اُمت کی تعلیم وتربیت اور تزکیہ نفس کے لئے تشریف لائے ہیں۔ حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کر دینے کے بعد بھی دینی تربیت کا خاص خیال رکھا۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کو حضور ﷺ میرے اور فاطمہ کے پاس تشریف لائے اور مجھ کو جگایا اور فرمایا اُٹھو نماز پڑھو۔ میں آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ اللہ کی قسم جتنی نماز ہمارے مقدر میں ہے وہی تو ہم پڑھیں گے ہماری جانیں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں جب اللہ تعالیٰ ہم کو بیدار فرمانا چاہتا ہے بیدار فرما دیتا ہے (اور تھوڑا بہت وقت جو ملتا ہے پڑھ لیتے ہیں) یہ سُن کر حضور ﷺ اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے اور میرے لفظوں کو (تعجب سے) دہراتے ہوئے واپس ہو گئے اور قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی ﴿ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴾ یعنی آدمی جھگڑنے میں سب سے بڑھ کر ہے۔ (مسند احمد)

ایک مرتبہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے (کمسنی میں) صدقہ کے مال کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر منہ میں رکھ لی، حضور ﷺ نے فوراً منہ سے نکال کر باہر ڈالنے کو فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ تم کو خبر نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے ہیں (اسد الغابہ)

اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ اولاد کے منہ میں حرام غذا داخل ہونے نہ دے۔ اولاد پر نظر رکھنی چاہیے کہ وہ کسی کا مال منہ میں نہ ڈال لے۔ قبولیتِ دُعا کی اولین شرط یہی ہے کہ مالِ حرام نہ کھائے۔ ماں باپ اکثر اولاد کو چھوٹ دے دیتے ہیں، دوکانوں اور بازاروں میں

بچے کھانے پینے کی چیزیں منہ میں ڈال لیتے ہیں۔ بہر حال مالِ حرام سے اجتناب ضروری ہے۔

تربیت کے سلسلہ کا ایک واقعہ یہ بھی اسد الغابہ میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے' اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سو رہے تھے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کچھ پینے کو مانگا' وہیں ان حضرات کی ایک بکری تھی' حضور نبی کریم ﷺ نے اُس کا دودھ نکالا' ابھی حضور ﷺ نے کسی کو دیا نہ تھا کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پاس پہنچ گئے' حضور نبی کریم ﷺ نے اُن کو ہٹا دیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ان دونوں میں آپ کو وہ دوسرا (یعنی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ) زیادہ پیارا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ بات نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس دوسرے نے اس سے پہلے طلب کیا تھا' پھر فرمایا کہ میں اور تم اور یہ دونوں لڑکے اور یہ سونے والا قیامت کے روز ایک ساتھ ایک جگہ ہوں گے۔ (اسد الغابہ)

انی وایاك وهٰذا النائم يعنى عليا وهما يعنى الحسن والحسين لفى مكان واحد يوم القيامة (مستدرک امام حاکم) بے شک تم اور یہ سونے والا (یعنی سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ) اور وہ دونوں یعنی سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما قیامت کے دن ایک ہی مکان میں ہوں گے۔

سجاوت اور نقش ونگار سے اجتناب :

دُنیا کی زیب وزینت حضور نبی کریم ﷺ پسند نہیں فرماتے تھے۔ حضور ﷺ کے گھروں میں کسی قسم کے ٹھاٹھ باٹھ کی چیزیں نہیں ہوتی تھیں اور حضور ﷺ اپنی اولاد شریف کے متعلق بھی دُنیاوی زیب وزینت کو پسند نہ فرماتے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے دیکھا کہ دروازے پر ایک رنگین پردہ لٹکا ہوا ہے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں چاندی کے دو کنگن ہیں۔ حضور ﷺ یہ دیکھ کر واپس لوٹ گئے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت دل گیر ہوئیں اور رونے لگیں، اتنے میں حضور نبی کریم ﷺ کے غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ پہنچ گئے، رونے کا سبب پوچھا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ماجرا سُنایا تو بولے حضور ﷺ نے کنگن اور پردے کو ناپسند فرمایا ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دونوں چیزوں کو فوراً حضور ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ میں نے انھیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیا۔ حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اپنی بچی کے حق میں دُعائے خیر و برکت مانگی اور ان اشیاء کو بیچ کر قیمتِ فروخت اصحاب صفہ کے اخراجات میں صرف کر دی۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کو تشریف لے جاتے تھے تو اپنے گھر والوں میں سب سے آخری ملاقات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

ایک مرتبہ ایک غزوہ سے تشریف لائے اور حسب عادت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جانے کے لئے اُن کے گھر پہنچے انھوں نے دروازہ پر (زینت کے لئے عمدہ قسم کا) پردہ لٹکا رکھا تھا اور دونوں بچوں (حسن وحسین رضی اللہ عنہما) کو چاندی کے کنگن پہنا رکھے تھے حضور نبی کریم ﷺ اندر داخل ہوئے پھر واپس ہو گئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سمجھ لیا کہ آپ اس وجہ سے اندر تشریف نہیں لائے لہذا اسی وقت پردہ ہٹا دیا اور کنگن اُتار لیئے۔ دونوں بچے ان کنگنوں کو لئے ہوئے حضور ﷺ

کی خدمت میں روتے ہوئے پہنچے۔ حضور ﷺ نے اُن کے ہاتھوں سے وہ کنگن لے لئیے اور مجھ سے فرمایا کہ اے ثوبان (راوی حدیث) جاؤ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے لئے ایک ہارعصب کا اور دو کنگن ہاتھی دانت کے خرید کر لے آؤ، یہ میرے گھر والے ہیں، میں یہ پسند نہیں کرتا ہوں کہ اپنے حصہ کی عمدہ چیزیں اس زندگی میں کھالیں (یا پہن لیں) (مشکوٰۃ شریف) عصب پٹھے کو کہتے ہیں ممکن ہے کہ اس زمانہ میں حلال جانوروں کے پٹھوں سے کسی قسم کا ہار بنا لیتے ہوں بعض عالموں نے کہا ہے کہ ایک جانور کے دانت کو بھی عصب کہتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک واقعہ ایسا ہی پیش آیا (ممکن ہو یہ واقعہ ایک ہی ہو راویان مختلف ہوں) ایک روایت میں ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو طعام کی دعوت دی اور آپ تشریف لائے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گھر میں ایک منقش پردہ لٹکا رکھا تھا جس پر کئی قسم کی تصویریں اور نقوش وغیرہ بنے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ دروازے پر کھڑے ہوگئے اور اندر تشریف نہیں لائے اور یہ منظر دیکھ کر حضور ﷺ واپس ہوئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑی اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کس وجہ سے واپس تشریف لے جارہے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ نبی کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ایسے مکان میں داخل ہو جو مزین اور منقش بنایا گیا ہو۔ (مشکوٰۃ شریف)

واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے ہاں دنیوی زیب وزینت کی کوئی وقعت نہیں بلکہ اس سے نفرت تھی، نیز یہ معلوم ہوا کہ جس مقام میں کوئی غیر شرعی امر پایا جائے وہاں کی دعوت میں شامل ہونا ٹھیک نہیں ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے محبت رکھنے کی ترغیب :

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک کام کے لئے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ حضور ﷺ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف فرما تھے تو اس کام کے متعلق گفتگو ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے میری بیٹی جس کو میں محبوب رکھتا ہوں، کیا تم اُسے محبوب نہیں رکھتی؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کیوں نہیں ! میں محبوب رکھتی ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے ساتھ محبت رکھنا۔ (مسلم شریف)

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا احترام ام المؤمنین ہونے کی بناء پر لازماً کرتی تھیں اور اس کی حضور ﷺ نے انھیں تاکید کر رکھی تھی۔ ارشاد نبوی ہوا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت اور عمدہ سلوک قائم رکھنا۔ نبی کریم ﷺ جس کو محبوب جانیں اُس کو محبوب ہی رکھنا چاہیے۔

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا عورتوں کے اجتماع میں :

ایک دن مہاجرین و انصار کی خواتین ایک جگہ جمع ہوئیں تو انہوں نے التجا کی کہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بھی اس اجتماع میں شرکت فرمائیں، چونکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس مجلس میں جانے کے لئے مناسب لباس نہیں تھا اس لئے انہوں نے وہاں جانے میں تامل و توقف سے کام لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، بیٹی جاؤ، ہمارا طریقہ دوسروں کو ناامید کرنا نہیں ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس مجلس میں تشریف لے گئیں۔ جب واپس اپنے حجرہ میں تشریف لائیں تو (مناسب لباس نہ ہونے پر) تاسف فرمایا۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ مجمع سے ایک عورت کو طلب کیا جائے تاکہ

مجمع کا حال بیان پوچھا جائے، چنانچہ ایک عورت دربارِ رسالت میں حاضر ہوئی اور اس مجلس کا حال بیان کرتے ہوئے کہنے لگی جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس مجمع میں تشریف لائیں تو اُن کے لباس فاخرہ سے سب عورتیں ششدر رہ گئیں اور ایک دوسری کو کہہ رہی تھیں، اے اللہ! اس قسم کے کپڑے کہاں سے آ گئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ یہ کپڑے مجھے کیوں نظر نہیں آئے تا کہ میں بھی شادمان ہو جاتی، آپ نے فرمایا: ان کپڑوں کی زیبائش اسی لئے تھی کہ وہ تمہارے زیب تن تھے۔ (شواہد النبوۃ)

سیدہ بتول ایک یہودی کی شادی میں :

اسی طرح کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک یہودن کی شادی ہوئی اور وہ بہت مالدار تھی۔ اس نے اپنی شادی میں عورتوں کو بُلایا وہ نہایت فاخرہ لباس پہن کر آئیں پھر وہ سب کہنے لگیں کہ ہم محمد مصطفٰے ﷺ کی صاحبزادی کو اور اُن کی حالتِ فقر کو دیکھنا چاہتی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو بُلا بھیجا۔ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام جنت سے ایک جوڑا لیکر حاضر ہوئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کو پہنا اور اُن یہودیوں کے درمیان جا بیٹھیں۔ جب یہودی عورتوں نے لباس دیکھا تو ششدر رہ گئیں اور پوچھنے لگیں **من این لك هذا یا فاطمة** اے فاطمہ یہ آپ کو کہاں سے ملا؟ **فقالت من ابی** اپنے ابّا جان سے...... کہنے لگیں **من این لابیك** آپ کے والد ماجد نے کہاں سے لیا؟ **قالت من جبرئیل** فرمایا جبرئیل سے، جبرئیل کہاں سے لائے؟ **قالت من الجنة** فرمایا جنت سے **فقلن نشهد ان لااله الا الله وان محمدا رسول الله** کہنے لگیں ہم گواہی دیتیں ہیں کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

ان میں سے جس عورت کا شوہر مسلمان ہو گیا وہ اُسی کے پاس رہی اور جس نے اسلام قبول نہ کیا اُس کی بیوی نے کسی اور سے نکاح کر لیا۔ (نزہتہ المجالس)

غزوۂ اُحد میں خدمات :

غزوۂ احد اسلام کے مشہور غزوات میں سے ایک ہے کفار کی طرف سے اہل اسلام پر ایک زبردست حملہ تھا جس میں مسلمان مجاہدین نے بڑے مجاہدانہ کارنامے سَر انجام دیئے اور اس کے سخت ترین مراحل میں مسلمان خواتین نے بھی بڑی خدمات سرانجام دیں، چنانچہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام سبط رضی اللہ عنہا و دیگر خواتین اسلام نے مجاہدین کو مدد پہنچانے میں بڑا کردار ادا کیا۔ غزوۂ احد میں سرور عالم ﷺ شدید زخمی ہو گئے اور آپ کی شہادت کی خبر مشہور ہو گئی مدینہ منورہ میں یہ خبر پہنچی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چند دوسری خواتین کے ہمراہ با دیدۂ گریاں میدان احد میں پہنچیں، حضور نبی کریم ﷺ کو زندہ وسلامت دیکھ کر جان میں جان آئی لیکن حضور ﷺ کو اس حالت میں دیکھ کر سخت غمزدہ ہوئیں۔ جب نبی کریم ﷺ کے دندان مبارک کو زخم پہنچے تو سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پانی لائے اور سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا، حضور ﷺ کے زخموں کو صاف کرنے لگیں۔ جب خون نہیں رُکا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک چٹائی کے ٹکڑے کو جلا کر اس کی راکھ زخم پر ڈال دی تو خون رُک گیا۔ (بخاری شریف)

قربانی کے موقع پر حاضری :

ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں اُن سے مروی ہے کہ قربانی کرنے کا موقعہ تھا اس موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ تم اپنی قربانی کے ذبح کے وقت اس کے پاس کھڑی رہو اور اُس کو دیکھو،

ساتھ ہی فرمایا کہ قربانی کے خون کے ہر قطرہ کے بدلے تمہارے گناہ معاف ہوتے ہیں تو اس وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ مسئلہ صرف ہمارے لئے خاص ہے یا ہمارے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہمارے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے ہے (الفتح الربانی)

قربانی کے موقع پر موجود ہونا ایک مستقل ثواب کی چیز ہے جذبہ اخلاص کے ساتھ یہ منظر دیکھنا موجب اجر وثواب ہے اور مسلمانوں کے گناہوں کے معاف ہونے کا ذریعہ ہے یہ چیزیں روایت ہذا سے ثابت ہوتی ہیں۔

میت والوں کی تعزیت :

حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہم ذکر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے ساتھ ہم ایک میت کو دفن کرنے کے لئے گئے۔ جب ہم دفن سے فارغ ہوکر' واپس ہوتے ہوئے حضور ﷺ کے گھر کے قریب پہنچے تو سامنے سے ایک عورت آ رہی تھی وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضور ﷺ نے اُن سے پوچھا کہ اپنے گھر سے باہر کس کام کے لئے گئی تھیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں گھر والوں کے ہاں کسی کی وفات ہوگئی ہے اس کی تعزیت کے لئے میں اُن کے ہاں گئی تھی اور تعزیت کی ہے اور اُن کے میت کے حق میں کلمات ترحم ادا کئے ہیں۔ (سنن ابی داؤد)

معلوم ہوا کہ اہل میت کے ہاں جا کر تعزیت کرنا اور میت کے لئے دُعائیہ کلمات کہنا جائز ہے اس طریقہ سے میت والوں کی خاطر داری ہوتی ہے اور تسکین خاطر کی صورت پیدا ہوتی ہے اور معاشرہ میں باہمی تعلقات بہتر رہتے ہیں جو اجر وثواب کے حصول کا باعث بنتے ہیں۔

شمائل و خصائل، فضائل و مناقب :

انسانی حور : امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث شریف بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا **اِنَّ اِبْـنَتِیْ فَاطِمَةَ حَوْرَاءُ آدَمِيَّةٌ لَمْ تَحِضْ وَلَمْ تَطْمُثْ** میری یہ بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) حور آدمیہ (انسانی حور) اور حیض و نفاس سے پاک ہے۔ (شرف المؤبد)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حیض و نفاس سے پاک ہیں۔ (مدارج النبوت)

اسی لئے اُن کو زہرا، بتول، فاطمہ کہتے ہیں۔ زہرا کے معنٰی جنت کی کلی، فاطمہ اور بتول کے معنٰی ہیں دُنیا میں ہوتے ہوئے دُنیا سے بےتعلق۔

بتول و فاطمہ زہرا لقب اس واسطے پایا کہ دُنیا میں رہیں اور دیں پتہ جنت کی نکہت کا۔

حضور نبی کریم ﷺ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے جسم کو سونگھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے اُن سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔ (مبسوط)

جسم کا حصہ : حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **فَـاطِـمَةُ بِـضْـعَةٌ مِنِّیْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ** (بخاری) فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے جس نے اُسے ناراض کیا اُس نے مجھے غضبناک کیا۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو **بِضْعَةٌ مِنِّی** فرمایا ہے یعنی میرے گوشت کا ٹکڑا۔ اسی سے امام سہیلی نے استدلال کیا ہے کہ چونکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سید عالم ﷺ کے جسم کا حصہ ہیں اسی لئے آپ کی شان میں گستاخی کفر ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ اپنی عظیم بیٹی سے بے پناہ محبت فرماتے تھے کہ اُن کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور اُن کے رنج کو اپنا رنج بتا رہے ہیں اور اپنے جسم کا حصہ قرار دے رہے ہیں۔

محدثین و محققین کا یہ استدلال کہ سیدہ فاطمہ رسول مقبول ﷺ کے جسم کا ٹکڑا ہیں لہذا اس چیز کے پیش نظر کسی عورت کو سیدہ پر فضیلت نہیں دی جاسکتی۔ یہ ایسا ناقابل تردید ثبوت ہے جس کی حقیقت کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

اس بتول جگر پارۂ مصطفےٰ — جُملہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
سیدہ' زاہدہ' طیبہ' طاہرہ — جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

افضلیت : روایت ہے جمیع بن عمیر سے فرماتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا' میں نے پوچھا کون شخص نبی کریم ﷺ کو بہت پیارا تھا؟ آپ نے فرمایا فاطمہ' پھر کیا گیا کہ مَردوں میں؟ فرمایا اُن کے خاوند (ترمذی) **اَیُّ النَّاسِ کَانَ اَحَبَّ اِلَی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاطِمَۃُ فَقِیْلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ زَوْجَھَا** (رواہ الترمذی)

یہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حق گوئی ہے آپ نے یہ نہ فرمایا کہ حضور ﷺ کو سب سے زیادہ پیاری میں تھی اور میرے بعد میرے والد' بلکہ جو آپ کے علم میں حق تھا وہ صاف صاف کہہ دیا۔ اگر یہی سوال سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوتا تو آپ فرماتیں کہ حضور ﷺ کو زیادہ پیاری ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں پھر اُن کے والد۔

معلوم ہوا کہ اُن کے دل بالکل پاک صاف تھے۔ افسوس ان پر جو اُن حضرات کو ایک دوسرے کا دشمن کہتے ہیں (اشعۃ)

خیال رہے کہ محبت بہت قسم کی ہے اور محبوبیت کی نوعیتیں مختلف ہیں۔ اولاد میں سب سے زیادہ پیاری سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں' بھائیوں میں سب سے زیادہ پیارے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ ہیں' ازواج پاک میں بہت پیاری سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ غرض کہ ایک محبت کے سلسلہ میں سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بہت پیاری ہیں' دوسرے سلسلہ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بہت پیاری۔ مقابلہ ایک سلسلہ کے افراد میں ہوتا ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا' حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے مرحبا فرمایا اور اپنے پاس بٹھایا اور سیدہ کے کان میں سرگوشی فرمائی تو آپ رونے لگیں۔ حضور ﷺ نے دوبارہ اُن سے سرگوشی فرمائی تو وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے اس بات کا سبب دریافت کیا تو کہنے لگیں **ماکنت لافشی سر رسول الله صلی الله علیه وسلم** کہ میں رسول اللہ ﷺ کا راز فاش کرنے والی نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوگیا تو میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پھر پوچھا تو انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے پہلی سرگوشی میں یہ فرمایا تھا کہ ہر سال جبرئیل علیہ السلام مجھ سے قرآن مجید کا دور ایک بار کرتے تھے اس بار دو بار کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں میرا وقت وصال قریب آ گیا ہے اور تم میرے اہل بیت سے پہلے مجھ سے ملوگی۔ یہ سُن کر میں رو پڑی اور پھر حضور ﷺ نے چپکے سے میرے کان میں فرمایا **اما ترضین ان تکونی سیدة نسآء اهل الجنة ــ او ــ نسآء المؤمنین ؟**

کہ تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم تمام جنت کی عورتوں کی سردار بنوگی یا یوں فرمایا کہ تمام مسلمان عورتوں کی سردار ہوگی (بخاری شریف)

یہ واقعہ آخری ایام نبوی ﷺ کا ہے اس کے بعد جلد ہی حضور ﷺ کا وصال ہوگیا تھا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت و بزرگی جس روایت سے ثابت ہوتی ہے وہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور آپ کے ذریعے ہی اُمت کو معلوم ہوئی ہے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اُسے پوری کوشش کے ساتھ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کر کے اس بات کو منظر عام پر لائی ہیں۔ نیز ان پاک دامن طیبات مخدرات کے باہم تعلقات اور ایک دوسرے کے ساتھ روابط آخر ایام تک عمدہ طریق سے قائم تھے ان کی باہمی آمد ورفت ہوتی تھی ایک دوسرے کا لحاظ اور احترام اُن میں موجود تھا۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اُن سے کچھ سرگوشی کی۔ آپ روئیں پھر اُن سے کچھ بات کی تو آپ ہنسیں۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو میں نے اُن کے رونے اور اُن کے ہنسنے سے متعلق پوچھا تو بولیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ آپ وفات پا جائیں گے تو میں روئی، پھر مجھے خبر دی کہ سوا مریم بنت عمران کے جنتی عورتوں کی سردار ہوں تو میں ہنسی (ترمذی)

یہ واقعہ حضور ﷺ کی وفات کے قریب حجۃ الوداع کے سال ہوا۔ حضور ﷺ کو اپنی وفات کی خبر تھی کہ اب قریب ہے یہ علوم خمسہ میں سے ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اے فاطمہ میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تم مجھ کو ملوگی یہ دونوں باتیں حضور ﷺ نے فرمائیں۔

ان احادیث کی روشنی میں مسئلہ علم رسول اللہ ﷺ بھی نکھر کر سامنے آ گیا۔ منکرین علم نبوت کا مسلک تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کو تو دِیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں اور **ماذا تکسب غدا** کا ناجائز انطباق کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تو یہ پتہ بھی نہیں کہ کل کیا ہوگا' آپ کو تو اپنی وفات کے زمان ومکان تک کا علم نہیں' لیکن حدیث مبارکہ کے یہ الفاظ **فاخبرنی انی اول اهل بیتهٖ اتبعه** ' اُن کی غلط فہمی' کج فکری اور بے علمی کو آشکار کررہے ہیں۔ ذرا غور فرمائیں کہ کتنی صاف اور واضح بات ہے اور حضور ﷺ نے کس قدر حتمی انداز میں فرمایا ہے کہ میرے اہل خانہ میں سے سب سے پہلے تم میرے پیچھے آ ؤ گی۔

خیال رہے کہ انسان کی زندگی اللہ تعالیٰ نے سانسوں کے حساب سے متعین فرمائی ہے اور یہ بات اس کے علم وقدرت میں ہے کہ فلاں شخص دنیا میں اتنے سانس لے گا اور وہ اپنی قدرت کاملہ سے جس کو چاہے اور جتنا چاہے اپنے خزانہ علم سے حصہ علم عطا فرمائے۔ ذرا اندازہ لگائیں کہ سید عالم ﷺ نے بیک وقت تمام خاندان نبوت کے افراد کے انفاس حیات کو بھی گن لیا اور پھر اُن کا آپس میں موازنہ کرتے ہوئے فوراً اعلان بھی فرما دیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سانس دوسروں کی نسبت کم ہیں۔ سائنس کے ہوش رُبا ترقی کے باوجود آج تک اس قسم کا کوئی آلہ ایجاد نہیں ہوا جو انسان کی زندگی کے سانسوں کو شمار کرکے بقیہ زندگی کا اندازہ لگا سکے۔ یہ علم صرف تلمیذ رحمان' سید دو عالم ﷺ کو ہی عطا فرمایا گیا۔

منکرین علمِ رسول اپنے ملحدانہ نظریات پر نظر ثانی کریں کہ وہ کس ہستی معظم کے بارے میں یہ کہہ رہے ہیں کہ انھیں دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ علم رسول کو زید' بکر' بچوں پاگلوں چوپایوں بلکہ جمیع حیوانات سے تشبیہ دینا کافرانہ گستاخی ہے۔

اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں یہی کفریہ عبارت لکھی ہے علمائے اہلسنت و جماعت نے اس کفریہ عبارت پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہر مسلمان کو دولتِ علم ویقین سے مالا مال فرمائے (آمین)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فیصلہ کُن ارشاد :

امام طبرانی نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کی کہ سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا : **مَارَاَيۡتُ اَحَدًا قَطُّ اَفۡضَلَ مِنۡ فَاطِمَةَ غَيۡرَ اَبِيۡهَا** میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ افضل اُن کے والدِ گرامی حضور نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا۔ (شرف المؤبد لا امام یوسف نبھانی بحوالہ آل رسول ﷺ)

بہت سے محققین جن میں علامہ تقی الدین سبکی، علامہ امام جلال الدین سیوطی، علامہ بدرالدین زرکشی اور تقی الدین مقریزی شامل ہیں تصریح فرماتے ہیں **فافضليتها على سائر النساء حتٰى السيده مريم** کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جہان کی تمام عورتوں حتیٰ کہ سیدہ مریم سے بھی افضل ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا جو اس سے پہلے مجھ پر نازل نہیں ہوا، اُس نے مجھے سلام کہنے کے لئے اللہ رب العزت سے اذن طلب کیا **فبشرنى ان فاطمة سيدة نسآء اهل الجنة** اور اس فرشتے نے مجھے بشارت دی کہ فاطمہ (سلام اللہ علیہا) جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ (مستدرک حاکم بحوالہ آل رسول ﷺ)

سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا، جب کہ آپ کی طبیعت علیل تھی اور اسی

علالت میں آپ کا وصال ہوا **یافاطمة الا ترضین ان تکونی سیدة نسآء العالمین وسیدة نسآء هٰذهِ الامة وسیدة نسآء المؤمنین** (مستدرک حاکم بحوالہ آل رسول ﷺ) اے فاطمہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہے کہ تم تمام جہانوں کی عورتوں اور اس امت اور مومنین کی تمام عورتوں کی سردار ہو جائے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا **اربع نسوة سیدات سادات عالمهن مریم بنت عمران وآسیة بنت مزاحم وخدیجة بنت خویلد وفاطمة بنت محمد وافضلهن عالما فاطمة** چار عورتیں اپنے زمانے کے سادات کی سردار ہیں اور وہ یہ ہیں مریم بنتِ عمران' آسیہ بنتِ مزاحم' خدیجۃ بنتِ خویلد اور فاطمہ بنت محمد (رضی اللہ عنہن) اور اُن میں سے زمانے کے لحاظ سے سب سے افضل فاطمہ ہیں۔ (ذخائر عقبیٰ)

سیدہ خدیجۃ' سیدۃ عائشہ' سیدہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں کون افضل ہے؟ اس بات میں علماء و محققین کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے اور پھر ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں بھی اختلاف ہے کہ اُن میں سے کون افضل ہے۔ بعض علماء نے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات میں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما زیادہ فضیلت والی ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ کی چار صاحبزادیوں میں سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ بیوی ہونے کے سبب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں کہ وہ نبی کی بیوی ہیں اور بیٹی ہونے کے باعث سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا افضل ہیں کہ وہ نبی کی بیٹی ہیں یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کی زوجہ ہیں اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ولی کی زوجہ ہیں۔ فاطمہ نبی کی بیٹی ہیں اور عائشہ ولی کی بیٹی ہیں۔

روایات میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق منقول ہے کہ:

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا حضور ﷺ فرماتے ہیں عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے تمام طعاموں پر ثرید کی فضیلت ہے۔ (بخاری شریف)

ثرید اُس دور میں عمدہ گوشت کے شوربا میں روٹی کے ٹکڑوں کو ملا کر تیار کیا جاتا تھا اور یہ اُس دور کی بہترین اور مرغوب غذا تھی۔

☆ نبی کریم ﷺ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) یہ جبرئیل علیہ السلام آئے ہیں اور آپ پر سلام کہتے ہیں (بخاری شریف)

☆ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگوں میں سے آپ کے ہاں کون زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا)۔ پھر میں نے عرض کیا: مَردوں میں سے کون پسندیدہ ہے؟ آپ نے فرمایا عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے والد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

☆ ابو بردہ اپنے والد ابوموسیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم اصحاب نبی کریم ﷺ کو جب کوئی بھی مشکل مسئلہ پیش آتا اور اس کے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کرتے تو ہمیں اس مسئلہ کا علم اور حل عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سے دستیاب ہو جاتا تھا (مسلم شریف)

☆ علامہ الزہری کہتے ہیں کہ تمام امہات المؤمنین اور تمام عورتوں کے علم کو اگر جمع کیا جائے اور اس کے مقابلہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم کو جمع کیا جائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم افضل ہوگا۔ (تہذیب التہذیب)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مناقب وفضائل بیشتر پائے جاتے ہیں یہاں صرف چند نقل کئے ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں ہماری کتاب 'امہات المؤمنین')

عقلی استثناء کا اعتبار : سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی جسمانی ماں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور روحانی ماؤں (دیگر امہات المؤمنین) کے ماسوا سب جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور اُن کی سیادت عام ہے اور یہ استثناء عقلی اور عرفی طور پر مراد ہوتا ہے اور محتاج بیان نہیں ہوتا۔

جس طرح حضرات حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کو اہل جنت کے جوانوں کا سردار فرمایا گیا ہے وہ بالکل صحیح ہے لیکن یہاں بھی سیادت ہذا سے انبیاء علیہم السلام' خود سید دو عالم ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق' سیدنا عمر فاروق' سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم عقلاً وعرفاً مستثنیٰ ہیں۔

خاص جہت اور حیثیت سے افضلیت : فیصلہ یہ ہے کہ اولاً تو ان امور میں بحث نہ چاہیے۔ ہمارے لئے یہ سب مقدس خواتین مکرم محترم اور معظم ہیں۔ سب ہمارے آقا ہیں۔ سب کی عظمتوں کے تحفظ کے لئے ہماری زندگیاں نچھاور ہونی چاہیے۔ کل قیامت میں کسی کا بھی اشارہ اور نظرِ کرم ہوجائے تو ہماری نجات ہوجائے اور ہم گنہگاروں کا بیڑا پار ہوجائے۔

ان مقدس ہستیوں میں باہمی افضلیت جہات سے قائم ہے اور ہر ایک خاص جہت اور حیثیت کے اعتبار سے دوسروں سے ممتاز ہے مثلاً اسلام میں مشکل ترین مراحل کے وقت امتیازی خدمات کے لحاظ سے ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مقدم اور فائق ہیں۔ دینی علوم میں شرح وافادہ کے اعتبار سے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت واضح طور پر ثابت ہے۔ شرافت اصل ونسل کے اعتبار سے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی افضلیت میں اُن کی بہنوں کے سوا کوئی

شریک نہیں ۔ شرافت سیادت کے اعتبار سے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں اور اس طریقہ سے ہر ایک کی فضیلت اپنی اپنی جگہ مسلم ہے۔

افضلیت بین النساء کے مسئلہ میں توقف اختیار کرنا چاہیے ہم اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں دینا چاہیے۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیے۔ ہماری عقیدت مندی ان مقدس ہستیوں میں سے ہر ایک کے ساتھ اپنے اپنے مقام میں لازم ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ سے مشابہت :

حدیث شریف کی کتابوں میں سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے متعلق اُن کی سیرت اور طرز طریق کو محدثین اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ **فاقبلت فاطمة تمشی ماتخطئ مشیة الرسول الله ﷺ شیئا** یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جس وقت چلتی تھیں تو آپ کی چال ڈھال اپنے والد محمد رسول اللہ ﷺ کے بالکل مشابہ ہوتی تھی ۔ (مسلم شریف)

ترمذی شریف میں یہی مضمون سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح مروی ہے کہ **عن عائشة قالت مارأیت احدًا اشبه سمتاً ودلًا وهدیًا برسول الله ﷺ** یعنی نبی کریم ﷺ کے ساتھ قیام وقعود میں نشست و برخاست کے عادات واطوار میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ مشابہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

حاصل یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا طرز و طریق اخلاق شمائل میں نبی کریم ﷺ کے زیادہ موافق تھا **الولد سر لابیه** کے صحیح مصداق تھیں (اولاد باپ کا پرتو، عکس یا مشابہ ہوتی ہے) اور آپ کی گفتار رفتار اور لب ولہجہ اپنے والد سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے بہت مطابق تھا۔

شفقت :

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب نبی اقدس ﷺ کے پاس تشریف لاتیں تو حضور ﷺ (فرط مسرت سے) کھڑے ہو جاتے تھے اور پیار کرنے کے لئے ہاتھ پکڑ لیتے اور بوسہ دیتے اور اپنے بیٹھنے کے مقام پر بٹھا لیتے تھے۔ اور جب نبی کریم ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو احتراماً سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہو جاتیں' حضور ﷺ کے دست مبارک کو چوم لیتیں اور اپنی نشست پر بٹھا لیتی تھیں۔ (مستدرک حاکم)

معلوم ہوا کہ شفقت فرمانے کے لئے فرط مسرت سے قیام کرنا (کھڑا ہونا) نبی کریم ﷺ کی سنت ہے اور احتراماً وتعظیماً حضور نبی کریم ﷺ کے لئے قیام کرنا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سُنت ہے۔ قیام تعظیمی کو بدعت وشرک قرار دینا یہ بدعقیدہ بد باطن عناصر کی خصلت ہے جو سراسر جہالت ہے۔

تعظیما واحتراماً دست بوسی کرنا سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی سُنت ہے۔ والدین' علماء' مشائخین اور اساتذہ کی تعظیما واحتراما دست بوسی یقیناً مستحسن عمل ہے۔

رضائے فاطمہ رضی اللہ عنہا رضائے الٰہی :

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا **یافاطمة ان الله عزوجل یغضب بغضبك ویرضیٰ لرضاك** (ذخائر العقبیٰ) اے فاطمہ' اللہ تعالیٰ تیرے ناراض ہو جانے سے ناراض ہوتا ہے اور تیرے راضی ہو جانے سے راضی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے فاطمہ جس سے تو خفا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے خفا ہو جاتا ہے اور جس سے تو راضی ہو' اللہ تعالیٰ بھی اس پر راضی ہے (غضبِ فاطمہ' غضبِ خدا ہے......رضائے فاطمہ' رضائے خدا ہے)۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رنجیدگی کا واقعہ :

فتح مکہ کے بعد سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی (جویریہ) کے ساتھ نکاح کا ارادہ کیا جب اس بات کی اطلاع سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہوئی تو سخت پریشان ہوئیں اور فطری غیرت کی بناء پر غضبناک ہوکر اپنے والد سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سارا واقعہ عرض کیا۔ حضور ﷺ بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اضطراب اور پریشانی دیکھ کر نہایت رنجیدہ ہوئے۔ اِدھر جوریہ کے سرپرست بنی ہشام بن مغیرہ نے ابوجہل کی بیٹی جویریہ کا نکاح سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اُن کی خواہش کے مطابق کرنا چاہا اور حضور ﷺ سے اس نکاح کی اجازت مانگی۔ حضور ﷺ نے اجازت نہ دی آپ کو اس بات کا سخت صدمہ ہوا۔ حضرت مسور رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر کھڑے ہوکر واضح ترین اور سخت الفاظ میں خطبہ ارشاد فرمایا : ہشام بن مغیرہ کے بیٹوں نے مجھ سے اجازت طلب کی اپنی بیٹی (یعنی ابوجہل بن ہشام کی بیٹی) کا نکاح علی ابن طالب سے کرنے کی۔ **فلا اٰذن لهم ثم لااٰذن لهم ثم لااٰذن لهم** تو میں اجازت نہ دوں گا' اجازت نہ دوں گا' اجازت نہ دوں گا۔ البتہ اس صورت میں اجازت دیتا ہوں کہ علی میری بیٹی کو طلاق دیں اور اُن کی بیٹی سے نکاح کرلیں۔ **فانما ابنتی بضعة منی یریبنی مارابها ویؤذینی مااٰذاها** یہ اس لئے کہ میری بیٹی میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اُسے شک میں ڈالتا ہے وہ مجھے شک میں ڈالتا ہے جس بات سے اُسے اذیت پہنچتی ہے وہ میرے لئے بھی باعث تکلیف واذیت ہے۔ (مسلم شریف)

یہ روایت بھی حضرت مسور رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

وانی لست احرم حلالا ولا احل حراما ولکن واللہ لاتجتمع بنت رسول اللہ وبنت عدو اللہ مکانا واحدا ابدا کہ میں کسی حلال کوحرام اورحرام کوحلال نہیں کرتا' لیکن خدا کی قسم' خدا کے رسول کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک مکان میں جمع نہ ہوں گی ۔ (مسلم شریف)

جب یہ صورت پیدا ہوگئی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضور نبی کریم ﷺ کی ناراضگی کے اندیشہ سے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی (جوریہ) سے نکاح کا ارادہ ترک کردیا' آپس میں صلح ومصالحت ہوئی اور معاملہ ختم ہوگیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی تک پھر دوسرے نکاح کا خیال دِل میں نہ لائے ۔

یہاں جو چیز روز روشن کی طرح واضح ہوکر سامنے آئی وہ یہ ہے حضور ﷺ کو اذیت پہنچانا ہرحال میں حرام ہے خواہ اذیت کا سبب کسی امرمباح وسُنت ہی کیوں نہ ہو' سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے لئے دوسرا نکاح کرنا اگرچہ جائز تھا لیکن اس کی وجہ سے جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رنج ہوتا تو ظاہر ہے پھر اس کے باعث حضور ﷺ کو بھی رنج ہوتا' اس لئے حضور ﷺ نے اپنی بیٹی کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرنے سے منع فرمایا۔

توضیح : جب اسلام میں ایک شخص کو چار عدد نکاح کرنے کی اجازت ہے تو اس ناراضگی اور رنجیدگی کی کیا وجہ ہے جو سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے حق میں اس اقدام پرکی جارہی ہے؟

ان توضیحات کوملحوظ رکھنے سے اس کا یہ اشکال رفع ہوجائے گا۔

ا۔ اولاً یہ چیز ہے کہ یہ واقعہ کن ایام میں پیش آیا تھا؟ محدثین نے اس چیز کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ (۸ہجری) کے بعد پیش آیا تھا اور ان

ایام میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تو بہت پہلے فوت ہوچکی تھیں اور آپ کی حقیقی بہن زینب' سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن بھی فوت ہوچکی تھیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا صرف اکیلی رہ گئی تھیں (فتح الباری شرح البخاری) اس وقت سوکن کی وجہ سے اذیت اُٹھانا اور غیرت سے کڑھنا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے غم والم کی زیادتی اور قلق کی فراوانی کا باعث تھا۔

۲۔ اسلام نے چند شرائط کے ساتھ ایک وقت میں چار بیویاں جمع کرنے کی اجازت فرمائی ہے۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے اظہار خواہش کا باعث بھی یہی شرعی اجازت تھی۔ حضور ﷺ نے بھی اس شرعی حق کی نفی نہیں فرمائی جیسا کہ آپ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ میں حلال کو حرام نہیں کرتا' اور نہ ہی یہ امور آپ کی ناراضگی کا باعث تھے۔ اصل وجہ یہ تھی کہ اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی دونوں ایک ساتھ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے گھر میں نہیں رہ سکتی تھی۔ کون نہیں جانتا کہ ابوجہل اسلام کا بدترین دشمن تھا اس نے قدم قدم پر حضور ﷺ کی مخالفت کی تھی اور اہل اسلام پر طرح طرح کے مظالم توڑے تھے۔

اور ارشاد فرمایا کہ 'فاطمہ' میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو چیز اس کو ایذا دیتی ہے وہ میرے لئے ایذا کا باعث بنتی ہے۔

اور مزید فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) فطری غیرت کی وجہ سے دین کے معاملہ میں کسی آزمائش و ابتلاء میں پڑے (یعنی غیرت اور غضب کی بناء پر اس سے ایسی بات صادر ہو جو شریعت کے مطابق نہ ہو اور شرعاً صحیح نہ ہو) (بخاری)

۳۔ حضور ﷺ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دین کی رعایت پیش نظر تھی اور اُن کی قلبی استراحت کا خاص خیال تھا آپ انھیں ذہنی انتشار و کوفت اور کدورت طبعی سے

بچانا چاہتے تھے اُن ایام میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے حضور ﷺ کے سوا کوئی غمگسار گھر والوں میں سے نہیں رہا تھا اور ایسا کوئی مونس نہیں تھا جس کی طرف رجوع کر کے آپ اپنی طبعی پریشانی زائل کرسکیں۔ والدہ اور بہنیں یکے بعد دیگرے اس دارِ فانی سے آخرت کی طرف رخصت ہوچکی تھیں۔ ان حالات میں حضور ﷺ کا اُن کی رعایت خاطر فرمانا نہایت اہم تھا جس کا حضور ﷺ نے اہتمام فرمایا۔

اسلام میں بعض ایسے مسائل پائے جاتے ہیں جن کا تعلق نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ خاص ہوتا ہے اہل علم کے نزدیک اُن چیزوں کو خصوصیات نبوی ﷺ سے تعبیر کیا جاتا ہے مثلاً حضور ﷺ کا چار عورتوں سے زائد کے ساتھ نکاح کرنا اور نبی کریم ﷺ کی منکوحہ ازواج کے ساتھ حضور انور ﷺ کے انتقال کے بعد کسی کے لئے نکاح جائز نہ ہونا وغیرہ۔ اسی طرح حضور ﷺ کی صاحبزادیوں کے ساتھ نکاح کی موجودگی میں کسی دوسری عورت کو نکاح میں نہ لینا بھی خصائص نبوی ﷺ میں شمار کیا جاتا ہے۔

علامہ سیوطی نے اپنی تصنیف الخصائص الکبریٰ میں ابن حجر کے حوالہ کے ساتھ لکھا ہے کہ **لایبعد ان یکون خصائصہٖ صلی الله علیه وسلم منع التزوج علی بناتہٖ** یعنی یہ چیزیں کچھ بعید نہیں کہ حضور ﷺ کی صاحبزادیوں کے نکاح پر کسی دوسرے نکاح کا عدم جواز حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہو۔

☆ چار عدد نکاح تک کے جواز کا جو شرعی مسئلہ ہے اس سے حضور ﷺ کی صاحبزادیوں کے نکاح کا مسئلہ الگ حیثیت کا حامل ہے اور عام قاعدہ سے جُداگانہ ہے۔

☆ حضور ﷺ کی صاحبزادیوں کے فطری اور طبعی رجحانات کی رعایت کی گئی ہے تاکہ وہ سوکنوں کے ساتھ غیرت کی پریشانیوں میں مبتلا نہ ہوں اور دین کے اعتبار سے

فتنہ میں پڑنے سے محفوظ رہیں۔ اسی حکمت ومصلحت کی بناء پر حضور ﷺ کی صاحبزادیوں کے ساتھ اُن کے دامادوں یعنی حضرت ابوالعاص بن ربیع، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے دوسرا نکاح نہیں کیا تھا بلکہ دوسرا نکاح کرنے کا قصد ہی نہ کیا۔

☆ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ کا اپنی بیٹیوں پر سوکن آنے کو منع کرنا صرف اپنی بیٹیوں کی خاطر نہ ہو بلکہ ان کی آئندہ ہونے والی سوکنوں کے اپنے ایمانی تحفظ کے لئے ہو۔ سوکنیں جب کبھی آپس میں الجھتی ہیں تو ایک دوسری کے خاوند یا سُسرال کو بُرا نہیں کہتیں۔ شعلہ عتاب اُٹھتا ہے تو ایک دوسری کے میکے والوں کے خلاف۔ مثلاً سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اگر کہیں ابوجہل کی بُرائی میں جملہ نکل جائے اور اُن کی سوکن اسی جذبہ رقابت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے والدین کے متعلق کچھ بوجھ جی میں رکھ لے تو کیا اس سے پورا ایمان معرض خطر میں نہ آجائے گا؟ یقیناً ایمان خطرے میں پڑ جائے گا، اسی لئے حضور ﷺ نے ابنی بیٹی پر سوکن نہ آنے دی کہ کہیں اس جذبہ رقابت میں وہ خاتون اپنے سرمایہ ایمان کو ہی نہ کھو بیٹھے۔ حضور ﷺ کے بارے میں جس دل میں بوجھ ہواُ سے کبھی قلبِ مسلم نہیں کہا جاسکتا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے میدان محشر میں ندا :

سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول مکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا **اذا كان يوم القيامة نادىٰ مناد من وراء الحجاب يا اهل الجمع غضوا ابصاركم عن فاطمة بنت محمد صلى الله عليه وسلم حتىٰ تمر** (مستدرک)

جب قیامت کا دن ہوگا تو پردے سے منادی ندا دے گا: اے اہلِ محشر فاطمہ بنت محمد ﷺ سے اپنی نگاہوں سے نیچی رکھو، یہاں تک کہ وہ گزر جائیں۔

جناب ابوبکر نے 'الغیلانیات' میں سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا **اذا کان یوم القیامة نادیٰ مناد من بطنان العرش یا اھل الجمع نکسوا رء وسکم وغضوا ابصارکم حتٰی تمر فاطمة بنت محمد علی صراط فتمر مع سبعین الف جاریة من الحور العین کمر البرق** (صواعق محرقہ، کنز العمال، الخصائص الکبریٰ)

جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش کے دو بطنوں (درمیانی، اندرونی حصہ) سے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے لوگو ! فاطمہ بنت محمد ﷺ کے پل صراط کے گزرنے تک اپنے سروں کو جھکائے رکھو اور نگاہوں کو نیچی رکھو۔ آپ پل صراط سے ستر ہزار کنیزوں کے ساتھ جو موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے ہوں گی، بجلی کے کوندے کی طرح (یعنی برق رفتاری سے) گزر جائیں گی۔

خیال رہے کہ یہ سیدہ بتول شہزادی رسول کے پردے کا اہتمام ہے کہ قیامت کے دن بھی کسی کو آپ کی صورت دیکھنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ رب العزت کی طرف سے یہ آپ کی پردہ داری کا انعام ہے کہ میدانِ محشر میں جمع ہونے والوں کو نگاہیں نیچی کرنے کا حکم بارگاہِ ایزدی سے دیا جارہا ہے اور پھر یہ اعزاز بھی سیدہ بتول ہی کا ہوگا کہ حوریں جنت کے محلات و باغات چھوڑ کر میدانِ محشر میں آپ کے استقبال کے لئے آئیں ہوں گی اور یہ عمل بھی قابلِ توجہ ہے کہ آپ کے اطراف ستّر ہزار حوروں کا جھرمٹ ہونے کے باوجود تمام اہل محشر کو نگاہیں جھکانے کا حکم دیا جائے گا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنت میں داخلہ :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا **انا اول من یدخل الجنة ولافخر** جنت میں داخل ہونے

والوں میں سے میں سب سے پہلے ہوں اور (اس بات پر) کوئی فخر نہیں **وانا شافع واول مشفع ولافخر** میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور اس پر کوئی فخر نہیں۔ **وانا بیدی لواء الحمد یوم القیامة ولا فخر** اور قیامت کے دن لوائے حمد میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اور (اس بات پر بھی مجھے) کوئی فخر نہیں۔ **وانا سید ولد آدم یوم القیامة ولافخر** اور قیامت کے دن میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور اس پر بھی کوئی فخر نہیں۔ **واول شخص یدخل الجنة فاطمة بنت محمد ومثلها فی هٰذه الامة مثل مریم فی بنی اسرائیل** اور (میرے بعد) سب سے پہلے جوذات جنت میں داخل ہوگی وہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بنت محمد (ﷺ) ہے اور اس اُمت میں اُن کی مثال ایسی ہے جیسے حضرت مریم کی مثال بنی اسرائیل میں ہے۔ (دلائل النبوۃ)

حضور ﷺ کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وصیت :

سید عالم ﷺ نے آخری اوقات میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو متعدد وصایا فرمائی تھیں اُن میں سے ایک خصوصی وصیت 'ماتم' سے منع کرنے کے متعلق تھی کہ میرے وصال پر کسی قسم کا مروجہ ماتم نہ کیا جائے۔

حضور ﷺ نے اس وصیت میں مروجہ ماتم کے جمیع اقسام (چہرہ نوچنا اور پیٹنا' بال کھولنا' واویلا کرنا' بین کرنا اور نوحہ کرنا وغیرہ) سے تاکیداً منع فرمایا ہے گویا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وساطت سے تمام اُمت کو یہ وصیت فرمادی گئی ہے کہ جتنے بھی اہم مصائب مومن کو پیش آئیں اُن میں صبر اور استقامت پر رہے اور بے صبری کے ہمہ اقسام سے اجتناب کرے۔

انتقال نبوی ﷺ پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اظہارِ غم :

سید عالم ﷺ کے آخری ایام میں نبی اقدس ﷺ کی اولاد میں سے صرف ایک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی زندہ موجود تھیں باقی تمام اولاد قبل ازیں فوت ہو چکی تھی۔ نبی کریم ﷺ پر بیماری کا غلبہ تھا جب مرض شدت اختیار کر گیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پریشانی کے عالم میں کہنے لگیں کہ 'واکــــرب ابـــــاہ' افسوس ہمارے والد محترم کی تکلیف۔ اس وقت حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آج کے بعد تمہارے والد پر کوئی تکلیف نہیں۔ پھر حضور ﷺ کا ارتحال ہو گیا اور آپ دارِ فانی سے دارِ باقی کی طرف انتقال فرما گئے۔ **اللهم صلى على محمد وعلى اٰل محمد وبارك وسلم**

حضور ﷺ کا وصال اُمت کے لئے مصیبت عظمیٰ تھا اور اس چیز کا رنج والم تمام اہل اسلام کے لئے ناقابل برداشت صدمہ تھا۔ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تمام اقرباء اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر دہشت اور پریشانی کی کیفیت طاری تھی۔ جب سرورِ دوعالم ﷺ کا وصال ہوا تو یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے طبعی طور پر ایک مشکل دور تھا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اُن کی نوعمری میں ہی فوت ہو چکی تھیں اور بہنیں بھی حضور ﷺ کے عہد مبارک میں فوت ہو گئیں۔ اس کے بعد خود حضور ﷺ کا وصال اُن کے لئے ایک عظیم صدمہ تھا اس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بڑے صبر واستقلال سے کام لیا۔ جب سید عالم ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا نے نہایت دُکھ کے ساتھ یہ ارشاد فرمایا **وا ابتـاہ الی جبریل انعاہ** اے میرے ابّا جان میں جبرئیل سے فریاد کرتی ہوں **وا ابتـاہ مـن ربہ ادناہ** اے میرے بابا آپ اپنے اللہ تعالیٰ سے کس قدر قریب ہیں **وا ابتاہ جنة الفردوس ماواہ** اے

میرے ابّا جان آپ کی جگہ جنت الفردوس ہے **وا ابتاہ اجاب ربّا دُعاہ** (سنن ابن ماجہ)
اے میرے بابا آپ نے اللہ تعالیٰ کے بُلا وے کوقبول کرلیا ہے۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ جب اس حدیث کو بیان کرتے تو اس قدر روتے کہ آپ کی پسلیاں ایک دوسری پر چڑھ جاتیں۔

اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کے کفن دفن اور جنازہ کے مراحل گزرے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں حضور ﷺ دفن ہوئے۔ آپ کے دفن کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس ہوئے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دریافت فرمانے لگیں اور ازراہِ تحسر وافسوس سوال کیا کہ :

یاانس ! اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول الله ﷺ التراب (البخاری)
یعنی اے انس (رضی اللہ عنہ) ! حضور ﷺ کے جسم مبارک پر مٹی ڈالنا تم لوگوں کو کس طرح اچھا معلوم ہوا؟ اور کس طرح تم نے حضور ﷺ پر مٹی ڈالنا گوارہ کرلیا۔
(مشکوٰۃ شریف باب وفاۃ النبی ﷺ) **انا لله وانا اليه راجعون**

وصالِ نبوی ﷺ کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مالی مطالبہ :

حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ منتخب ہونے پر اکابر بنی ہاشم سمیت جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتفاق کیا اور آپ خلیفہ کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ خلیفہ وقت ہی پنجگانہ نماز مسجد نبوی ﷺ میں پڑھایا کرتے اور مدینہ منورہ کے تمام صحابہ کرام بنی ہاشم سمیت اُن کی اقتداء میں نماز پڑھتے۔ جمعہ اور دیگر اجتماعات بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انتظام کے تحت منعقد ہوتے تھے اور اُمت کے مسائل اور تنازعات کے فیصلے بھی خلیفہ رسول کے فرمان کے مطابق ہوتے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد حضور ﷺ کی میراث کا مسئلہ پیش ہوا۔ فدک ایک موضع تھا جو حضور ﷺ نے بعض لوگوں کو اس شرط پر دے رکھا تھا کہ جو پیداوار ہو نصف وہ رکھیں اور نصف حضور ﷺ کو بھیج دیا کریں۔ حضور ﷺ اپنے حصے میں سے کچھ اپنے اہل وعیال کے خرچ کے لئے رکھ لیتے اور باقی مسافروں اور مساکین پر صرف کر دیتے تھے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بعض لوگوں نے بتایا کہ فدک نبی کریم ﷺ کی ذاتی مِلک تھا اور آپ اس کی وارث ہیں' چنانچہ انھوں نے خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں 'مالی حقوق' کا مطالبہ پیش کیا کہ 'اموال مدینہ' 'اموال فدک' اور 'خمس خیبر' وغیرہ سے ہمیں ہمارا حق بطور میراث دیا جائے۔ اس مطالبہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا موقف یہ تھا کہ مال فیئ جس سے ہمیں عہد نبوی ﷺ میں حصہ ملتا رہا ہے وہ مال اب ہمیں بطور میراث ملنا چاہیے۔ اس کے جواب میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی طرف توجہ دلائی جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

نحن معاشر الانبیاء لانورث ماترکنا فھو صدقه ہم انبیاء کی جماعت ہیں' ہماری وراثت نہیں چلتی بلکہ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے (اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مسلمانوں کے لئے وقف ہوتا ہے)۔

البتہ آپ حضرات کو جو حق ان اموال سے نبی کریم ﷺ کے دور میں ملتا تھا وہ بدستور دیا جائے گا اور اس میں ہم کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں کریں گے۔ اہل بیت اطہار اب بھی اسی طرح استفادہ کرتے رہیں گے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر فرمایا کہ اللہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی قرابت داری مجھے اپنی قرابت داری

سے بہت زیادہ عزیز ہے اور حضور ﷺ کے اقرباء اور اعزہ کا لحاظ مجھے اپنے اقربا سے زیادہ ملحوظ ہے۔ (بخاری شریف باب مناقب قرابت رسول اللہ ﷺ)

مختصر یہ کہ مالی حق آپ کا ادا کیا جاتا رہے گا لیکن مال میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔ اس مطالبہ میراث کے تسلی بخش جواب حاصل ہونے پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خاموش ہوگئیں اور پھر پوری زندگی آپ نے مطالبہ کو نہیں پیش کیا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی امامہ رضی اللہ عنہا کے حق میں وصیت :

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آخری ایام میں سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو اپنی بھانجی سے متعلق وصیت فرمائی کہ میرے بعد آپ نکاح کرنا چاہیں تو میری بہن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی امامہ رضی اللہ عنہا بنت ابی العاص رضی اللہ عنہ کو نکاح میں لے لینا۔ (سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حالات میں اس پر لکھا جا چکا ہے)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روایات :

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کتب احادیث میں اٹھارہ حدیثیں مروی ہیں اُن کے راوۃ میں سیدنا علی مرتضٰی، سیدنا حسن، سیدنا حسین، سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسی جلیل القدر ہستیاں شامل ہیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مرض الوفات اور اُن کی تیمارداری :

حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نہایت مغموم رہتی تھیں اور یہ ایام انھوں نے صبر وسکون کے ساتھ پورے کئے۔ حضور ﷺ کے وصال شریف کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کبھی ہنستی نہ دیکھی گئیں۔ چھ ماہ بعد بیمار ہوئیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لئے خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

کی زوجہ محترمہ اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس تشریف لاتیں اور خدمات سَر انجام دیتی تھیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری میں اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس کا خصوصی حصہ تھا' تیمارداری کے معاملہ میں یہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی معاونت اور امداد کرتی تھیں اور یہ کام اسماء رضی اللہ عنہا نے آخری اوقات تک سَر انجام دیا۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں پانچوں نمازیں باجماعت ادا فرمایا کرتے تھے ایک روز جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نماز پڑھ چکے تو سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کیا حال ہے اور مزاج کی کیا کیفیت ہے؟

وفات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا :

حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد ۳ رمضان المبارک سہ ۱۱ ہجری منگل کی شب کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف رحلت فرما گئیں **(انا للہ وانا الیہ راجعون)**۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اُن کو رات میں دفن کیا۔ **توفیت فاطمة بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم بستة اشهر ودفنها على ليلا** (حلیۃ الاولیاء)

حضور نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی تھی کہ میرے اہلبیت میں سے سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملو گی' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۲۸ سال تھی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور سید عالم ﷺ کی بلا واسطہ آخری اولاد تھیں جن کا انتقال اب ہوا۔ اُن کے بعد حضور ﷺ کی کوئی بلا واسطہ اولاد باقی نہ رہی اور حضور سید عالم ﷺ کی جو ایک نشانی باقی رہ گئی تھی وہ بھی اللہ تعالٰی کے ہاں پہنچ گئی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال اور ارتحال خصوصاً اس وقت کے اہلِ اسلام کے لئے ایک عظیم صدمہ تھا۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ میں موجود تھے اُن کے غم والم کی انتہاء نہ رہی اور اُن کی پریشانی حد سے متجاوز ہوگئی۔ تمام اہل مدینہ اس صدمہ سے متاثر تھے خصوصاً مدینہ منورہ میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس صدمہ کبریٰ کی وجہ سے نہایت اندوہ گیں تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اندوہ گیں ہونا اس وجہ سے بھی نہایت اہم تھا کہ ان کے محبوب کریم ﷺ کی بلاواسطہ اولاد کی نسبی نشانی اختتام پذیر ہوگئی تھی اب صرف حضور ﷺ کی ازواج مطہرات (امہات المؤمنین) حضور ﷺ کی نشانی باقی رہ گئے تھے۔ ان حالات میں سب حضرات کی خواہش تھی کہ ہم اپنے نبی اقدس ﷺ کی پیاری صاحبزادی کے جنازہ میں شامل ہوں اور اس سعادتِ عظمیٰ سے بہرہ اندوز ہوں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بعد از مغرب اور قبل العشاء انتقال ہونا علماء نے ذکر کیا ہے اس مختصر وقت میں جو حضرات موجود تھے وہ سب جمع ہوئے۔

پردے کا اہتمام :

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مرض کے دوران حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس سے سوال کیا' کیا کوئی ایسا طریقہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص میرے جنازہ کو بھی نہ دیکھ سکے۔ یہ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ عورت کے جنازہ کو صرف اُوپر سے ایک کپڑا ڈال کر (مَردوں کے جنازہ کی طرح) لے جاتے ہیں جس سے ہاتھ پاؤں کا پتہ چل جاتا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میں نے حبشہ میں دیکھا کہ وہاں لوگ چارپائی پر درختوں کی شاخیں باندھ کر اُوپر ایک کپڑا ڈال دیتے ہیں جس سے وہ چارپائی ڈولی کی سی صورت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور مکمل پردہ ہو جاتا ہے پھر

اسماء رضی اللہ عنہا نے کھجور کی چند شاخیں لے کر اس کی شکل بنا کر لائی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس پالکی نما چارپائی کو دیکھ کر فرمایا **مااحسن هذا او اجمله تعرف به المرأة من الرجل** (سنن کبریٰ بیہقی) کیا ہی اچھی اور خوب ہے (یہ پالکی نما چارپائی) جس سے عورت کو مرد سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ جب میرا جنازہ تیار ہو جائے تو اس قسم کی ڈولی نما چارپائی تیار کرنا اور مجھے دفن کرنے کے لئے رات کے وقت جانا اور ہرگز کسی دوسرے کو میرے جنازے کی اطلاع نہ کرنا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا غسل اور اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس کی خدمات :

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وفات سے قبل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس کو یہ وصیت کی تھی کہ آپ مجھے بعد از وفات غسل دیں اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اُن کے ساتھ معاون ہوں' چنانچہ حسب وصیت اسماء رضی اللہ عنہا نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غسل کا انتظام کیا اور اُن کے ساتھ غسل کی معاونت میں بعض اور بیبیاں بھی شامل تھیں مثلاً حضور ﷺ کے غلام ابورافع رضی اللہ عنہ کی بیوی سلمیٰ رضی اللہ عنہا اور ام ایمن رضی اللہ عنہا وغیرہا۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس سارے انتظام کی نگرانی کرنے والے تھے۔ (اسدالغابہ)

کتب سیر میں یہ بھی آتا ہے کہ سیدہ بتول نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے علی اور آپ مل کر غسل دیں اور میرے جنازہ پر کسی اور کو نہ بلائیں' مگر طبقات ابن سعد وغیرہ کتب میں ہے کہ سیدہ نے غسل مبارک کی وصیت اس طرح فرمائی تھی کہ ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ گھر میں موجود نہیں تھے تو سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا' امی جان مجھے غسل کرا دیجئے' چنانچہ میں پانی ڈالتی رہی اور آپ اچھی

طرح غسل فرماتی رہیں' پھرفرمایا' میرے پاس میرے نئے کپڑے لے آیئے' پھرآپ نے وہ نئے کپڑے پہن لئے اور فرمایا میری چار پائی میرے گھر کے درمیان بچھا دیجئے' میں نے ایسا ہی کیا' پھرآپ چار پائی پرقبلہ رُخ لیٹ گئیں اورفرمایا امّی جان اب میں وفات پا جاؤں گی ...... میں نے غسل کرلیا ہے لہذا میرا جسم نہ کھولا جائے۔ اس گفتگو کے بعد آپ کا وصال ہوگیا۔ پھر جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ گھر آئے تو میں نے سارا ماجرا سُنا دیا۔ یہ سُن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم اب آپ کے جسم کا کوئی حصہ غسل کے لئے نہیں کھولا جائے گا۔ (طبقات ابن سعد)

مسند امام احمد بن حنبل میں ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث موجود ہے آپ فرماتی ہیں کہ مجھے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا **یَـااُمَّةُ اِنِّـیْ مَقْبُوْضَةٌ الْاٰنُ وَقَـدْ تَـطَهَّـرْتُ فَلَا یَـكْشِفُنِیْ اَحَدٌ** (مسند امام احمد بن حنبل) اے امی جان عنقریب میں دُنیا سے رُخصت ہونے والی ہوں اور میں نے غسل کرلیا ہے اس لئے کوئی بھی (غسل کے لئے) میرا جسم نہ کھولے۔

امام ابُونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں روایت نقل فرمائی ہے کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے وصال کا جب وقت آیا تو انہوں نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو پانی کے لئے کہا تو آپ پانی لے آئے' جس سے سیدہ نے غسل فرمایا اوراپنے کفن کے کپڑے منگائے جو پیش کر دیئے گئے' پھرآپ نے انہیں پہن لیا اور کچھ خوشبو لگائی **ثم امرت ان لاتکشف اذا قبضت** (حلیۃ الاولیاء)

[] غسل سے متعلق وہی چیز صحیح معلوم ہوتی ہے جو پہلے ذکر کی گئی ہے یعنی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس اور دیگر خواتین نے مل کرحسب قاعدہ شرعی وفات کے بعد غسل سَر انجام دیا اس لئے کہ میت کے لئے اسلام کا قاعدہ شرعی یہی ہے۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ غسل کے وقت صرف معاونت فرما رہے تھے۔ حنفی مذہب کی بناء پر وفات کے بعد شوہر' بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔ ممکن ہے

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ پردہ ڈال کر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس کو پانی دیتے جا رہے تھے اور وہ غسل دیتی جا رہی تھی اور انہوں نے کوئی اور عورت اپنے ساتھ مدد کے لئے بلائی تھی۔ واللہ اعلم]

نماز جنازہ اور دفن :

غسل اور تجہیز و تکفین کے مراحل کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ کا مرحلہ پیش آیا۔ حضور نبی کریم ﷺ اور سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کے لئے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہٗ سیدنا سیدنا عباس اور اُن کے صاحبزادے فضل بن عباس رضی اللہ عنہم قبر میں اُترے‘ رات کو جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔ جنازہ میں بہت کم لوگوں کو شرکت کا موقع ملا کیونکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات رات کے وقت ہوئی اور سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے وصیت کے مطابق رات ہی کو دفن کیا۔ پردہ کا پورا لحاظ رکھا گیا۔ دفن میں جلدی کرنے کا شرعی مسئلہ ہے اس کو ملحوظ رکھا گیا۔

سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا **کان علی رضی الله عنه یزور قبرها فی کل یوم** تو سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ ہر روز اُن کی قبر شریف کی زیارت کرتے تھے۔ (نور الابصار)

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہٗ :

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نام مبارک منہ کا مقصود‘ زبان کی زینت‘ دِل کو آرام دینے والا اور جان کو راحت دینے والا ہے۔ آپ کا لقب امیر النحل‘ بیضۃ البلد‘ یعسوب الدین‘ حیدر کرار‘ اسد اللہ الغالب اور آپ کی کنیت ابوالحسن‘ ابوتراب ہے۔

جب آپ کی والدۂ محترمہ کو دردزہ شروع ہوئے تو ابوطالب انھیں بیت اللہ شریف

کے اندر لے گئے' وہاں نہایت سہولت سے زچگی ہوئی' اس لحاظ سے آپ کا مقام ولادت اندرون کعبہ مکرمہ ہے (مولود کعبہ)۔ یوم ولادت جمعہ ۱۰ رجب اور سنہ عام فیل ہے۔

بچوں میں سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ' اور عورتوں میں سیدنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ نبی ﷺ دوشنبہ کو مبعوث ہوئے اور میں سہ شنبہ کے دن مشرف بہ اسلام ہوا' صرف ایک ہی شب درمیان ہے۔

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہیں جن کی محبت ایمان کی علامت اور بغض کفر کی علامت ہے۔ ایک روز حضور ﷺ' امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑے اور فرمائے جو مجھ کو دوست رکھتا ہے وہ ان دونوں کو دوست رکھے اور ان دونوں کے ماں اور باپ کو دوست رکھے تو' کل قیامت کے روز فردوس اعلیٰ میں میرے ساتھ رہے گا۔ ایک روز حضور نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے کہ اتنے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ' تشریف لائے' حضور ﷺ نے اُن کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دیا۔ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ' اسوقت حاضر تھے عرض کئے یارسول اللہ ﷺ کیا اُن کو آپ دوست رکھتے ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں چچا میں علی کو بہت دوست رکھتا ہوں' میں نہیں جانتا کہ مجھ سے زیادہ اُن کو اور کوئی دوست رکھتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کی اولاد اُس کی پشت میں رکھا ہے مگر میری اولاد علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی پشت میں ہے۔ اس کے بعد آپ نے دُعا فرمائی: الٰہی دوست رکھئے اُس کو جو علی کو دوست رکھتا ہے اور دشمن ہو جائے اُس کا جو علی کا دشمن ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ' فرماتے ہیں سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کی محبت گناہوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ ایندھن کو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ' سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار گئے' سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کئی خربوزے خریدے جب ہم سب مل کے مکان پر واپس ہوئے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایک خربوزہ تراشے اور چکھے تو وہ کڑوا تھا' آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بھائی' اس کو پھیر آو میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے علی تمہاری محبت کا عہد ہر ایک آدمی اور درخت سے لیا گیا ہے جس نے اس عہد کو قبول کیا اور تمہاری محبت کو دِل میں جگہ دی وہ شیریں اور پاک ہوا اور جس نے تمہاری محبت کو قبول نہ کیا وہ خبیث اور کڑوا ہوا۔ اس کے بعد سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ یہ کڑوا خربوزہ اسی بیل کا ٹوٹا ہوا ہے جس میں میری محبت نہ تھی۔

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھنے والوں کی سزا :

۱۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہے تمام مخلوق حساب دے رہی ہے پُل صراط سے گزر رہی ہے یکا یک میری نظر جو پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حوضِ کوثر کے کنارہ لوگ جمع ہیں اور سیدنا امام حسن وسیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما حوض کوثر کا پانی پلا رہے ہیں۔ میں بھی سامنے آ گیا اور عرض کیا یا امام مجھے بھی پانی دیجئے مگر مجھے پانی نہیں دیئے' میں حضور ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے پیاس بے حد ہے۔ سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما پانی نہیں دے رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تجھ کو پانی کیسے ملے گا' اگر چہ تو محبّ علی (رضی اللہ عنہ) ہے لیکن تیرے محلّہ میں ایک دشمنِ علی ہے جو سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) کو گالیاں دیتا رہتا ہے اور تو اُس کو منع نہیں کرتا' میں نے عرض کیا'

یارسول اللہ ﷺ آپ جوحکم دیں حاضر ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، یہ چاقو لے اور جا اُس کو مار ڈال، میں خواب میں ہی وہ چاقو لیا اور اُس شخص کو مار ڈالا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا، اورعرض کیا یارسول اللہ ﷺ جیسے ارشاد ہوا تھا اس کی تعمیل کردیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، حسن اُن کو پانی دو۔ امیرالمومنین سیدنا حسن رضی اللہ عنہ مجھ کو پانی دیئے، میں آپ کے دستِ مبارک سے پانی لیا مگر مجھے یادنہیں کہ پیا یانہیں، اس کے بعد نیند سے بیدار ہوگیا۔ دِل پر ہیبت تھی، وضو کرکے نماز پڑھنے لگا۔ جب صبح ہوگئی اس شخص کے گھر سے رونے کی آواز آنے لگی کہ سوتے بچھونے پر اُس کو کسی نے مار ڈالا۔

پولیس آگئی، اطراف کے بےقصور پڑوسیوں کو گرفتار کرکے لے چلے، میں نے دِل میں کہا سبحان اللہ، کیا خواب ہے کتنا سچا ہے۔ میں اُٹھا اور حاکم اعلیٰ کے پاس گیا اور کہا کہ یہ کام تو میں نے کیا ہے اور ناحق لوگوں کو کیوں گرفتار کیا جارہا ہے اور پورا واقعہ سچ سچ کہدیا۔ حاکم نے کہا جو حضور نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی اور آپ کے داماد کے ساتھ بےادبی کرے اُس کی یہی سزا ہے۔

۲۔ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن ہشام حاکم مدینہ منورہ ہر جمعہ کو ہم سب اہل بیت کو منبر کے قریب جمع کرتا اور امیرالمؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان مبارک میں گستاخی کیا کرتا تھا۔ ایک جمعہ حسب معمول سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا اور میں اونگھ رہا تھا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک شق ہوئی، اس میں سے سفید لباس پہنے ہوئے ایک صاحب برآمد ہوئے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ اس حاکم کے کہنے سے تمہیں غمگین نہ ہونا چاہیے آنکھ کھولو دیکھو اس کے ساتھ کیا کِیا گیا ہے۔ میں نے آنکھ کھولی، کیا دیکھتا ہوں کہ حاکم، سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ، کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا کہ اچانک وہ بدبخت منبر سے گرا اور مرگیا۔

ناکسے کز جام بغض مرتضٰی یک جرعہ خورد	جونالائق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بغض کے پیالہ سے ایک گھونٹ پیتا ہے (یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہتا ہے) وہ ساقی جوفنا کا پانی پلانے
دست ساقی فنا زہر ہلاکش می دھد	والا ہے اُس کو زہر دیکر ہلاک کر دیتا ہے۔
حالِ اوامروز ازیں نوع است فرداروزحشر	سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والے کا آج یہ حال ہے کل قیامت میں نہیں معلوم کہ
من نمی دانم کہ از خشم الٰہی چوں رہد	اللہ تعالیٰ کے غضب سے کیسے بچے گا۔

خارجیہ فرقہ سے جنگ کی تفصیل

باوجود وعیدوں کے ایک گمراہ فرقہ خارجیوں کا بھی ہوا ہے ان ظالموں کوخواہ مخواہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے عداوت ہوگئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ خارجیوں کی خبر دینے کے بہت دنوں بعد یہ فرقہ بنا۔ حضور ﷺ ایک روز کچھ تقسیم فرما رہے تھے بنی تمیم کا ایک شخص جس کا نام ذوالخویصرہ تھا کہا یارسول اللہ (ﷺ) انصاف سے بانٹے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا افسوس اگر میں انصاف نہ کیا تو پھر کون انصاف کرے گا۔ عرض کیا گیا' اگر حکم ہوتو اُس کی گردن اُڑادی جائے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک وقت ایسا آئے گا کہ اُس کے ساتھ اُس کے ایسے دوست جمع ہو جائیں گے کہ تم اپنی نماز اور روزہ کو اُن کے نماز اور روزہ کے سامنے حقیر جانو گے' یہ لوگ قرآن تو پڑھیں گے مگر قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا' وہ اسلام سے ایسے نکلے ہوئے ہوں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتی ہے۔ اُن کا افسر ایک ایسا شخص ہوگا جس کا رنگ سیاہ اور اُس کا ایک بازو عورتوں کی طرح پستان کے مانند ہوگا اور اُس پر چند بال بھی ہوں گے جس طرح گھونس کے دُم پر ہوتے ہیں اور وہ دُنیا کے بہترین فرقہ سے مقابلہ کرے گا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارک میں یہ فرقہ پیدا ہوا اور آپ سے مخالفت شروع کیا، بالآخر جب نوبت جنگ کی پہنچی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیج کر بہت تفہیم کرائے، جب سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وہ فرقہ راضی نہ ہوا تو خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ اُن کے پاس پہنچکر فرمائے کہ کم از کم اتنا تو کرو کہ تم مجھ سے جنگ نہ کرو، میں بھی تم سے جنگ نہیں کروں گا مگر ظالموں نے اس خوش اخلاقی کی کچھ بھی قدر نہ کی ورنہ ایک بادشاہ وقت کو اتنی نرمی کیا ضرورت تھی؟ الغرض ان لوگوں نے جنگ کی تیاری شروع کر دی اور یہ ارادہ کر لئے کہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ جب کسی دوسری جنگ میں مصروف رہیں تو اس وقت کوفہ پر حملہ کر کے کوفہ لوٹ لیں، اب تو مجبوراً سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھی فوجیں لے چلنا پڑا، اس پر بھی آپ نے دوبارہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجکر فہمائش کئے، کچھ تو توبہ کئے، ما باقی جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے۔ آمادہ جنگ ہونے والوں کے لئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ فوجیں لئے ہوئے نہروان کی طرف بڑھے۔ راہ میں ایک عبادت خانہ تھا وہاں کے پجاری نے کہا، اے مسلمانوں کے امیر ٹھیرو لشکر کو آگے مت بڑھاؤ اس وقت مسلمانوں کا ستارہ گرا ہوا ہے جب یہ ستارہ عروج پر آئے اس وقت جنگ کرنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمائے کہ تم کو علم آسانی کا دعویٰ ہے اچھا بتلاؤ فلاں ستارہ کے سیر کی کیا کیفیت ہے۔ اس پجاری نے کہا میں نے تو آج تک ایسا نام بھی نہیں سنا، اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اور چند سوالات فرمائے کسی کا بھی جواب نہ دے سکا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کو علمِ آسانی کی پوری خبر نہیں ہے۔

اچھا زمین کی چیزوں کے متعلق پوچھتا ہوں، بتلاؤ تمہارے قدم کے نیچے کیا ہے۔ اس نے کہا نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا ایک برتن ہے اس میں اس سکہ کی اتنی اشرفیاں ہیں۔ اُس نے کہا، آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ آپ نے فرمایا، اس جنگ میں جو کچھ ہونے والا ہے اُس کی خبر، غیب کی خبریں بتانے والے رسول ﷺ دے چکے ہیں۔

جس طرح اس تمہارے واقعہ کی خبر دیئے ہیں، اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ یہ بھی

فرما چکے ہیں کہ میرے لشکر کے صرف دس شخص شہید ہوں گے اور خارجیوں کے لشکر کے سب مارے جائیں گے صرف دس بچیں گے۔ اس پجاری کے قدم کے نیچے کھودا گیا تو واقعی ایک برتن میں اسی سکہ کی اتنی ہی اشرفیاں نکلیں جتنے آپ فرمائے تھے وہ فوراً مسلمان ہوگیا۔

جندب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کبھی شک نہیں ہوا' میں ہمیشہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حق پر سمجھتا رہا لیکن خارجیوں کے مقابلہ کے وقت مجھے شک ہونے لگا تھا کہ آپ اس مقابلہ میں حق پر ہیں یا نہیں؟ کیوں کہ خارجیوں کی صورتیں نہایت مقدس تھیں اور وہ زاہد اور نیک لوگ معلوم ہوتے تھے۔ ایک روز ایک سوار آیا اور کہا کہ امیر المومنین' مخالفین نہروان سے آگے بڑھ گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمائے **'كَلَّا'** ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ابھی یہ باتیں ہورہی تھیں کہ دوسرا سوار دوڑے ہوئے آیا اور کہا کہ مخالفین نہروان سے آگے بڑھ گئے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمائے نہیں بڑھے۔ سوار نے کہا **واللہ** میں اُن کو بڑھتے ہوئے دیکھ آیا ہوں' سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمائے **واللہ** نہیں بڑھے' اُن کے قتل کی جگہ تو وہی ہے اُس سے آگے کیسے بڑھ جائیں گے۔

جندب کہتے ہیں میں نے دِل میں کہا' اب مجھے موقع ہاتھ آیا ہے کہ آزماؤں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی رائے سے کہتے ہیں یا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے سُنی ہوئی خبر ہے اور دِل میں یہ عہد کیا کہ اگر مخالفین نہروان سے بڑھ گئے ہیں تو پہلا شخص میں ہوگا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کروں گا اور اگر نہیں بڑھے ہیں تو پہلا شخص میں ہی ہوں گا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں پر حملہ کروں گا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ویسا ہی پایا جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا...... مخالفین کا ایک سپاہی بھی نہروان سے آگے نہیں بڑھا تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ میرا شانہ ہلا کر فرمائے' جندب اب تو ہمارا حق پر ہونا تم کو معلوم ہوا۔ میں نے کہا' بیشک امیر المومنین آپ حق پر ہیں۔ اس کے بعد جنگ شروع ہوگئی۔

فتح مندی کی صبح نورانی مشرق سے نکلی حاجتمندوں کے لئے اندھیری رات آخر ہوئی۔ الغرض علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فتح ہوئی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی پورا ہوا اور سیدنا

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف کے صرف دس شخص شہید ہوئے باقی سب سلامت رہے اور مخالفین کے سب مارے گئے' صرف دس اشخاص نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذوالثد یہ (وہی شخص ہے جس کا ذکر حضور نبی کریم ﷺ کے پیشن گوئی میں اُوپر آ چکا ہے) کو دھونڈ و' رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ اس جنگ میں وہ مارا جائے گا بہت کچھ دھونڈا گیا مگر وہ نہ ملا' آپ نے فرمایا' اللہ کی قسم میں جھوٹ نہیں کہتا' نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے۔ اس جنگ میں اُس کا مارا جانا ضروری ہے پھر دھونڈ و' دوبارہ دھونڈا گیا تو وہ چالیس مُردوں کے نیچے دَبا ہوا ملا۔ سب نے دیکھ لیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے جو سنا تھا وہ سب کچھ سچ ہوا۔ (شہادت نامہ مؤلفہ محدث دکن علیہ الرحمہ)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد :

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی بہنوں پر یہ خاص شرف حاصل ہے کہ دُنیا میں صرف ان ہی کی ذُرِّیت چلی۔ ان ہی کی اولاد امجاد' سادات کرام کہلائی اور ان ہی کی ذُرِّیت سے ائمہ عظام ہوئے جن کی شان اسلام میں نہایت ارفع واعلیٰ ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے لئے خصوصاً ارشاد فرمایا کہ جو میری اہلبیت میں کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا میں روزِ قیامت اُس کا صلہ اُسے عطا فرماؤں گا۔ (ابن عساکر)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ مکرم ﷺ نے فرمایا **لکل نبی ام عصبة ینتمون الیهم الا بنی فاطمة فانا ولیهما وعصبتهما** ماں کے تمام بیٹوں کا ایک عصبہ ہوتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں سوائے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے دونوں بیٹوں کے' کیونکہ میں ہی اُن کا ولی ہوں اور میں ہی اُن کا عصبہ ہوں۔ (مستدرک حاکم)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اُس کا عصبہ اس کے باپ دادا ہوتے ہیں **ماخلا ولد فاطمة فانی ابوهم وعصبتهم** سوائے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے صاحبزادوں کے' پس بے شک میں ہی اُن کا باپ ہوں اور میں ہی اُن کا عصبہ ہوں۔ (ذخائر العقبیٰ)

عصبہ : وَهُمُ الْاَقَارِبُ مِنْ جَانِبِ الْاَبِ باپ کی جانب سے رشتہ داروں کو عصبہ کہا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بنو فاطمہ کو اولادِ رسول کہا جاتا ہے اور اسی نسبت سے سادات کو احترام وعقیدت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ سیدوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس عظیم ترین نسبت کو ذہن میں رکھ کر اشاعت اسلام کے لئے خود کو وقف کر دیں اور ہر ایسے کام سے اجتناب کریں جو اسلام کے منافی اور باعث رسوائی ہو۔ دین سیکھیں اور لوگوں کو سکھائیں۔ یہی کام ان کے منصب کے مطابق ہے۔

خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ بتول سلام اللہ علیہا کے صاحبزادے :

۱۔ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کربلا
۳۔ سیدنا محسن رضی اللہ عنہ جو بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے

خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ بتول سلام اللہ علیہا کے صاحبزادیاں :

۱۔ سیدہ ام کلثوم سلام اللہ علیہا ۲۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا
۳۔ سیدہ رقیہ سلام اللہ علیہا جو بچپن میں فوت ہو گئیں تھیں۔

۱۔ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ'

آپ کی ولادت رمضان المبارک سہ ۳ ہجری مدینہ منورہ میں ہوئی۔ سیدِ عالم ﷺ نے نام حسن تجویز فرمایا اور کان میں اذان دی۔ نبی کریم ﷺ نے ساتویں روز دو مینڈھے عقیقہ کے ذبح کئے اور سَر کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ دیا۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے ۴۶ سال کی عمر میں ربیع الاول سہ ۵۹ ہجری میں وفات پائی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن ہوئے۔

۲۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ'

آپ ۴ شعبان سہ ۴ ھ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ حضور ﷺ نے آپ کی طرف سے عقیقہ میں مینڈھا ذبح کیا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت بروز جمعہ ۱۰ محرم سہ ۶۱ ہجری کو میدان کربلا میں ہوئی۔ عمر شریف اس وقت ۵۶ سال پانچ ماہ تھی۔

۳۔ سیدنا محسن رضی اللہ عنہ بچپن ہی میں وفات پائی۔ حضور ﷺ نے محسن نام تجویز فرمایا' پھر فرمایا کہ میں نے اُن کے جو نام تجویز کئے ہیں یہ تینوں نام ہارون علیہ السلام کے تینوں بچوں کے نام ہیں ان کے ایک بچے کا نام شبّر' دوسرے کا شبّیر اور تیسرے کا مشبّر تھا (جمع الفوائد و مسند امام احمد) حسن' حسین' محسن اُن کا ترجمہ ہے۔

۴۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ نے بچپن ہی میں انتقال فرمایا اسی وجہ سے بعض مؤرخین نے اُن کو لکھا بھی نہیں۔

۵۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ کا پہلا نکاح امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا جن سے ایک صاحبزادے حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ایک صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

۶۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا جن سے دو صاحبزادے عبداللہ اور عون رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی تینوں صاحبزادیوں کے نام اپنی حقیقی بہنوں کے نام کے موافق منتخب فرمائے تاکہ اپنی بہنوں کی یاد اپنے گھر میں تازہ رہے۔

سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی سے نسل نہیں رہی۔

☆ حضور نبی کریم ﷺ نے سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا کہ **اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُحِبُّھُمَا فَاحبھُمَا وَاُحِبَ مَنۡ یَّحۡبُھُمَا** اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں' تو بھی ان سے محبت فرما اور ان سے بھی محبت فرما جو ان دونوں سے محبت رکھے۔ انھیں کے مناقب میں یہ حدیث ہے **انھما سید الشباب اھل الجنۃ** یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں۔

☆ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سینہ سے سَر تک حضور نبی کریم ﷺ کے مشابہ تھے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سینہ سے نیچے نیچے حضور ﷺ کے مشابہ تھے۔ (مشکوٰۃ شریف)

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

معدوم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذات حسنین

تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے آدھے سے حسن بنے ہیں آدھے سے حسین

☆ حضور ﷺ فرماتے ہیں حسن و حسین دُنیا میں میرے دو پھول ہیں اور فرمایا' جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے عداوت کی' اس نے مجھ سے عداوت کی' نیز ارشاد فرمایا جس شخص نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں کے والد و والدہ سے محبت رکھی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

☆ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد ہوا 'یہ میرا فرزند سید ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اس وقت تک باقی رکھے گا کہ اس کے وسیلے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح ہو جائے' اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا 'الٰہی میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما'۔

☆ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں 'میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سُنا کہ حسین رضی اللہ عنہ بچہ ہی تھے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے دونوں کلائیوں کو پکڑا اس وقت حسین رضی اللہ عنہ کے قدم نبی کریم ﷺ کے سینہ پر تھے پھر فرمایا 'چڑھو چڑھو' حسین رضی اللہ عنہ اُوپر کو چڑھتے جاتے تھے حتیٰ کہ ان کے پاؤں نبی کریم ﷺ کے سینہ پر تھے اور منہ کے برابر منہ تھا پھر فرمایا 'منہ کھولو' انہوں نے منہ کھولا تو نبی کریم ﷺ نے اُن کا منہ چوم لیا اور مذکورہ بالا الفاظ زبان مبارک سے ارشاد فرمائے۔

حسنین کو ٹریننگ (تربیت): رسول کو علم ہے کہ یہ میری ذُرّیات عام ذُرّیات جیسی نہیں ہے اُن کو دیکھو تو خدا یاد آئے' اُن کے پاس بیٹھو تو خدا قریب ہو جائے' اُن سے دور ہو جاؤ تو خدا سے دور ہو جاؤ۔ رسول نے اپنے پشت مبارک پر اُن کو تربیت دی ہے' آغوش میں پالا ہے اور اُن کو کاندھے پر چڑھایا ہے۔ سیدنا امام حسن ایک کاندھے کے اُوپر ہیں اور دوسرے کاندھے پر سیدنا امام حسین ہیں۔ محبت میں رسول نے حسنین کو اُوپر کر لیا اور اُس کے بعد حسنین ایک مطالبہ کر رہے ہیں کہ یہ اونٹوں پر بیٹھنے والے اپنے اونٹوں کی لگام پکڑے ہوئے ہیں' حضور ہمارے لئے تو کوئی لگام نہیں؟ سرکار رسالت ﷺ نے اپنے سَر مبارک کے موئے مبارک کی طرف اشارہ کیا کہ اس کو پکڑ لو۔۔ یہ صرف بچوں کو بہلانے کی بات نہیں ہے بلکہ یہ رسول کا فعل ہے' یہ نبی کا کردار ہے **فعل الحكيم لايخلوا عن الحكمة** حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ یہ رسول ٹریننگ دے رہے ہیں کہ میرے نورِ چشمو! اے میرے دل کے ٹکڑو! آج میرے موئے مبارک کو مضبوطی سے پکڑ لو' کل میری اُمت کی لگام تمہیں تھامنی ہے۔

کل میری اُمت کی ہدایت کا ذریعہ تمہیں بننا ہے' میرے رسول یہ سب کچھ سیکھا رہے ہیں۔ اس پیارے واقعے کو یاد کرو میرے رسول سجدے میں ہیں' سیدنا امام حسن پشت مبارک پر آئے اور آنے کے بعد رسول نے اپنے سجدے کو طویل کر دیا۔۔ جب سیدنا حسن اُتر گئے تو سَر اُٹھایا ۔۔رسول نے اس واقعے سے سیکھایا کہ اے حسن دیکھ لو مجھے تم سے محبت ہے مگر تیری محبت نے مجھے غافل نہیں بنایا' تو میری پیٹھ پر آیا تو میرا نقصان نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کا سجدہ طویل ہو گیا' ذکر الٰہی اور تسبیح ربّانی کی تعداد بڑھ گئی۔۔معلوم یہ ہوا کہ اے بچوں سے محبت کرنے والو! اگر محبت کرو تو ایسی کرو کہ خدا سے غافل نہ ہو' خدا کا ذکر اور بڑھ جائے' خدا کا سجدہ اور طویل ہو جائے' تسبیح وتہلیل کی مدت اور دَراز ہو جائے۔ رسول کو اپنے تربیت یافتہ پر اعتماد و بھروسہ ہے' اور سمجھ رہے ہیں کہ ساری دُنیا ایک طرف ہو جائے گی مگر یہ میرے مشن کو چھوڑ نہیں سکتے' یہ میرے پیغام کو نہیں چھوڑ سکتے۔۔اور واقعی نہیں چھوڑا۔حضرت غریب نواز جن کے عرس کی مقدس محفل میں ہم شریک ہو کر انوار وتجلیات سے اپنے کو فیضیاب کرتے ہیں انھوں نے کیا پیاری بات کہی ہے :

شاہ است حسین بادشاہ است حسین دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد ونہ داد دست در دست یزید حقا کہ بنائے **لاالــــــہ** است حسین

حضرات امام حسن' امام حسین رضی اللہ عنہما اور اُنکے عزیز و اقارب بہتر ہیں :

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا روتے ہوئے تشریف لائیں۔حضور نبی کریم ﷺ رونے کا سبب دریافت فرمائے' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: حسن' حسین (رضی اللہ عنہما) بہت دیر سے گئے ہوئے ہیں اب تک واپس نہیں ہوئے' اس وقت سیدنا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی نہیں ہیں اور نہ کوئی دوسرا کہ جن کو بچوں کی تلاش کے لئے بھیجوں' معلوم نہیں بچے کہاں گئے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ڈرومت فاطمہ! اللہ تعالیٰ تم سے بڑھکر اُن پر مہربان

اور اُن کا محافظ ہے۔ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ دُعا فرمانے لگے الٰہی جہاں کہیں بھی یہ بچے ہوں اُن کی حفاظت فرما۔ فوراً جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کئے یارسول اللہ ﷺ کچھ فکر نہ فرمائے بچے قبیلہ بنی نجار میں ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کی حفاظت کے لئے دو فرشتے مقرر فرمائے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اور آنحضور ﷺ جب بنی نجار میں پہونچے تو حضور ﷺ، سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو اُٹھائے اور ایک فرشتہ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں لے لیا مگر لوگوں کو ایسا دکھائی دیتا تھا کہ دونوں صاحبزادوں کو حضور ﷺ ہی اُٹھائے ہوئے ہیں جب ہم سب مسجد میں واپس ہوئے تو حضور ﷺ نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا: 'لوگو ! کیا بتلاؤں وہ کون ہیں کہ جس کے نانا' نانی سارے عالم سے بہتر ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا فرمائیے یارسول اللہ ﷺ......تب حضور ﷺ ارشاد فرمائے وہ حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) ہیں جن کے نانا رسول اللہ ﷺ اور نانی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں کہ جو سارے عالم سے بہتر ہیں۔

حضور ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا کیا بتلاؤں وہ کون ہیں جن کے ماں و باپ سب کے ماں و باپ سے بہتر ہیں۔ سنو وہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما ہیں کہ انکے باپ سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) اور ماں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سب کے ماں باپ سے بہتر ہیں۔

پھر ارشاد ہوا کہ کیا بتلاؤں کہ وہ کون ہیں کہ جن کے ماموں اور خالہ سب کے ماموں اور خالہ سے افضل ہیں۔سنو وہ حسن وحسین ہیں کہ اُن کے ماموں قاسم بن رسول اللہ ﷺ اور خالہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ ہیں جو سب کے ماموں اور خالہ سے بہتر ہیں۔

پھر ارشاد ہوا کہ کیا بتلاؤں کہ وہ کون ہیں کہ جن کے چچا اور پھوپھی سب کے چچا اور پھوپھی سے افضل ہیں، سنو وہ حسن اور حسین ہیں کہ اُن کے چچا جعفر اور پھوپھی ام ہانی ہیں کہ جو سب کے چچا اور پھوپھی سے افضل ہیں۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے دوست کی بھی وہ شان ہے کہ حضور ﷺ اُس کی شفاعت کرینگے : ایک روز حضور نبی کریم ﷺ ایک گلی میں سے گزر رہے تھے کہ چند بچوں کو کھیلتے ہوئے ملاحظہ فرمائے آپ نے اُن میں سے ایک بچہ کو گود میں اُٹھالیا اور اُس کو پیار کرنے لگے۔ صحابہ عرض کئے یارسول اللہ ﷺ سب بچوں سے زیادہ اسی بچہ کو آپ پیار فرمارہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔آپ نے فرمایا' ایک دن اس بچہ کو میں نے حسین (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تھا اس وقت سے اس بچہ کی محبت میرے دل میں ہے۔' میں اس کی شفاعت کروں گا اور اسکے ماں باپ کی بھی شفاعت کروں گا'

حدیث شریف : جب جنت بنائی گئی تو اس نے پوچھا الٰہی ! مجھے آپ نے کس کے لئے بنایا ہے جواب ملا کہ مسکینوں کے لئے' اُس پر جنت آزردہ ہونے لگی' ارشاد ہوا حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) بھی تو تیرے ارکان ہیں تب وہ بیحد خوش ہوئی اور فخر کرنے لگی۔

☆ مؤرخین نے لکھا ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو ۱۵ لڑکے اور ۵ لڑکیاں پیدا ہوئیں اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ۶ لڑکے اور ۳ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

فرزندانِ رسول ﷺ

۱۔ سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ'

سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ بن محمد رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے فرزند ہیں جو ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی آغوش مبارک میں اعلان نبوت سے قبل پیدا ہوئے اور انتقال بھی فرما گئے۔ حضور ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ان ہی کے نام پر ہے۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ یہ پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے کہ ان کی وفات ہوگئی (زرقانی) یہ پہلے فرزند ہیں جس نے اولا د رسول میں سب سے پہلے وفات پائی (مدارج النبوت)

۲۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بن محمد رسول اللہ ﷺ یہ ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سب سے چھوٹے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ولادت ظہور اسلام کے بعد مکہ معظّمہ میں ہوئی۔ آپ بچپن ہی میں انتقال فرما گئے۔ طیب وطاہر ان ہی کے لقب ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا لقب طیب' رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اور طاہر' سیدہ خدیجۃ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے تھا۔

۳۔ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ

سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ بن محمد رسول اللہ ﷺ ...... یہ حضور ﷺ کی اولاد مبارکہ میں سب سے آخری فرزند ہیں یہ ذوالحجہ سہ ۸ ھ میں مدینہ منورہ کے قریب مقام 'عالیہ' کے اندر سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے' اس لئے مقام عالیہ کا دوسرا نام 'مشربہ ابراہیم' بھی ہے۔ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت کی خبر حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے مقام عالیہ سے مدینہ منورہ آکر بارگاہِ اقدس میں سُنائی۔ یہ خوشخبری سُن کر حضور ﷺ نے انعام کے طور پر حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو ایک غلام عطا فرمایا۔ اس کے بعد فوراً ہی جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور حضور ﷺ کو یا ابا ابراہیم (اے ابراہیم کے باپ) کہہ کر پُکارا۔ حضور ﷺ بے حد خوش ہوئے اور اُن کے عقیقہ میں دو مینڈھے ذبح فرمائے اور اُن کے سَر کے بال کے وزن کے برابر چاندی خیرات فرمائی اور اُن کے بالوں کو دفن کرادیا اور ابراہیم نام رکھا۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا

آج رات ایک فرزند پیدا ہوا ہے اس کا نام اپنے جد امجد کے نام پر ابراہیم رکھا ہے (مدارج النبوت)

حضور ﷺ نے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانے کے لئے ام سیف رضی اللہ عنہا کے سُپرد فرمایا' اُن کے شوہر ابوسیف رضی اللہ عنہ لوہاری کا پیشہ کرتے تھے وہ انصار میں سے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو اہل وعیال کے ساتھ رحمت وشفقت کا برتاؤ کرنے میں حضور ﷺ سے بڑھ کرنہیں دیکھا۔ **مَارأیتَ اَحَدً کَانَ اَرۡحَمَ بِالۡعَیَالِ مِنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰهِ** ﷺ

آپ کا صاحبزادہ شیرخوار (ابراہیم رضی اللہ عنہ) مدینہ منورہ سے دور ایک بستی میں دودھ پیتا تھا آپ وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور ہم آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ ام سیف رضی اللہ عنہا دودھ پلاتی تھیں۔ ابوسیف رضی اللہ عنہ لوہار کا کام کرتے تھے بھٹی گرم کرنے کی وجہ سے گھر دھوئیں سے بھر جاتا تھا اور حضور ﷺ اسی دھوئیں میں جا کر بیٹھ جاتے تھے اور بچہ کو لے کر چومتے تھے۔ (مسلم شریف)

بچوں کو چومنا' چمٹانا' پیار کرنا' دین داری کے خلاف نہیں ہے بلکہ سید عالم ﷺ کی سنت ہے اپنی اولاد کی خیرخبر اور دیکھ بھال کے لئے ان کے پاس آنا جانا بھی عین دینداری ہے۔

وفات : حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب حضور ﷺ کو اطلاع ملی کہ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ نزع کے عالم میں ہیں' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آپ کے پاس موجود تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور ہمراہ لے کر روانہ ہوئے اور سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سرہانے پہنچے اور ملاحظہ فرمایا کہ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ جانکنی میں ہیں ان کے آخری سانس جاری تھے کہ حضور ﷺ نے اُن کو لیا اور اپنی آغوش میں لٹایا پھر حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے' فرمایا: اے ابراہیم ہم تیری جدائی کے سبب غمگین ہیں میری آنکھیں روتی ہیں اور دل جلتا ہے۔

اس کے سوا کوئی بات ایسی نہ فرمائی جس سے اللہ تعالیٰ سے ناراضگی ظاہر ہوتی ہو۔
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہونے کو تعجب سے دیکھا اور اُن کے دل میں خیال آیا کہ اوّل تو آپ رونے سے منع فرماتے ہیں اور یوں بھی آپ مقرب الٰہی ہیں آپ کو دُنیا کی نعمت چلے جانے پر رونا کیوں آیا (یہ سوچ کر) سوال کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ بھی روتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا اے عوف کے بیٹے (یہ آنکھوں سے آنسو آجانا نہ بےصبری ہے نہ منع ہے نہ تعجب کرنے کی چیز ہے بلکہ فطری طور پر جو انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے رحمت اور شفقت رکھی ہے) یہ اس رحمت کا اثر ہے اور میں نے جو ممانعت فرمائی ہے وہ دو آوازوں کی بناء پر ہے ایک وہ آواز جو (بیہودہ) گانے' لہو ولعب اور شیطانی مزامیر (شیطانی بانسریاں) سے ہو اور دوسری وہ آواز جو مصیبت کے وقت ہو اور میں منع کرتا ہوں منہ نوچنے' چہرہ پیٹنے' کپڑے پھاڑنے اور بین کرنے سے' لیکن آنکھوں سے پانی جاری ہونا رحم وشفقت کی وجہ سے ہے اور جو رحم وشفقت نہیں کرتا' اُس پر بھی رحم نہ ہوگا۔ (مدارج النبوت) اس کے بعد پھر اندر سے آپ کا دِل بھر آیا اور دوبارہ آنکھوں سے آنسو جاری ہونے لگے اور فرمایا **ان العین تدمع والقلب یحزن ولانقول الا مایرضی ربنا وانا بفراقك یاابراهیم لخزولون** بیشک آنکھوں میں آنسو ہیں اور دل میں رنج ہے اور زبان سے ہم کوئی بات ایسی نہیں کہتے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف ہو۔ ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو اور تیری جُدائی سے اے ابراہیم ہم کو رنج ہے۔
پھر اسی وقت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی۔ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ نے ۱۶ یا ۱۷ ماہ کی عمر پا کر وفات پائی۔ (شرح مسلم النودی)

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب حضور ﷺ کے آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے تو اسامہ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے رونا شروع کردیا' حضور ﷺ نے انھیں اس سے منع فرمایا **البکاء من الرحمة والصراخ من الشیطان** یعنی رونا رحمت ہے اور چیخنا چلانا شیطانی عمل ہے۔ (مدارج النبوت)

اس سے معلوم ہوا کہ انتقال کر جانے والے پر رونا رحمت خداوندی اور شفقت کا ذریعہ ہے البتہ پیٹنا' چیخنا اور چلانا شیطانی اعمال ہیں۔

جب ابراہیم رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا **ان ابراھیم ابنی وانه' مات فی الثدی وان له' لظئرین تکملان رضاعه' فی الجنة** (مسلم شریف) کہ میرا بچہ دودھ پینے کے زمانہ میں دنیا سے رخصت ہوگیا ہے اور یقین جانو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف دو دودھ پلانی والیاں مقرر کی گئیں جو جنت میں دودھ پلا کر اس مدت کو پورا کریں گی جو دودھ پلانے کی ہوتی ہے۔

مدت رضاعت کی تکمیل کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بچہ اور اس کے والد مکرم ﷺ کی عزت افزائی کے لئے خصوصی طور پر دو دودھ پلانے والیاں مقرر کی گئیں اور اس بچہ کو دُنیا سے رخصت ہوتے ہی جنت میں بھیج دیا گیا۔ (شرح نووی مسلم)

نماز جنازہ اور تجہیز وتکفین : وفات کے بعد سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے غسل دیا اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پانی ڈالا۔ حضور ﷺ خود بھی تشریف فرما تھے۔ قبر میں رکھنے کے لئے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اُترے۔ سید عالم ﷺ قبر کے کنارے تشریف فرما رہے' حضور ﷺ نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس دفن فرمایا اور قبر پر پانی چھڑکا۔ اہل سیر کہتے ہیں کہ یہ پہلی قبر ہے جس پر پانی چھڑکا گیا اور ان کی قبر پر نشان لگایا گیا جس طرح حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر

پرنشان لگا ہوا تھا۔۔ چنانچہ حضور سید عالم ﷺ خود بنفس نفیس پتھر اُٹھا کر لائے اور اُن کی قبر پر رکھا۔ (مدارج النبوت، اسد الغابہ)

سورج گہن : جس دن سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اسی روز سورج گرہن بھی ہوا اور یہ اتفاقاً ہوا مگر عربوں کے دِلوں میں زمانہ جاہلیت کا یہ عقیدہ تھا کہ کسوف وخسوف (سورج گہن کو کسوف اور چاند گہن کو خُسوف کہا جاتا ہے) کسی بڑے آدمی کی موت سے ہوا کرتا ہے اور اب اس واقعہ پر بعض مسلمانوں نے بھی کہنا شروع کر دیا کہ سورج گہن سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ بن رسول اللہ ﷺ کی وفات کی وجہ سے ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے جب یہ سُنا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دو رکعت نماز بڑی لمبی پڑھائی پھر جب گرہن ختم ہو گیا تو حاضرین سے فرمایا **ان الشمس والقمر اٰیتان من اٰیات الله لاینکسفان لموت احد ولا لحیاتهٖ فاذا رایتموها فادعوا الله وصلوا حتیٰ ینجلی** (بخاری) حضور نبی کریم ﷺ نے کسوف آفتاب کے وقت نماز پڑھنے، دُعا مانگنے، تکبیر کہنے، صدقہ دینے اور عذاب قبر سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو متنبہ کرتا ہے جب تم اُسے دیکھو تو ذکر و دُعا اور استغفار کرو۔ (بخاری ابواب الکسوف)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جو کسی کی موت کی وجہ سے گہن میں نہیں آتے **ولکن الله یخوف بهما عباده** (بخاری ابواب الکسوف) بلکہ اللہ تعالیٰ بندوں کو اس کے ذریعے سے ڈراتا ہے۔

سورۂ کوثر کا نزول : حضور نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو عاص ابن وائل کافر نے اپنی قوم سے ایک دن کہا میں ان ابتر کے پاس سے آرہا ہوں۔ معاذ اللہ۔ ابتر کے معنٰی ہیں منقطع النسل۔ نیز کافروں کا خیال تھا کہ حضور ﷺ کی وفات شریف کے بعد کوئی ان کا نام لیوا نہ ہوگا۔ یہ خبر سرکارِ ابد قرار

حضور ﷺ کے گوش گزار ہوئی تو خاطر اقدس پر کچھ ملال آیا تب سورۂ کوثر نازل ہوئی۔

اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ ۙ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡ ؕ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ

بیشک ہم نے آپ کو بیحد و بے حساب (خیر کثیر) عطا فرمایا ہے پس آپ نماز پڑھا کریں اپنے رب کے لئے اور قربانی دیں (اسی کی خاطر) یقیناً جو آپ کا دشمن ہے وہی بے نام ونشان ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انعامات، احسانات اور عنایات کو الکوثر کے ایک کلمہ میں سمو کر رکھ دیا۔ اے حبیب ﷺ ! ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا ہے جو چیز ہم عطا فرمانا چاہیں اُسے کوئی روک نہیں سکتا، جو چیز ہم عطا فرمائیں اُسے کوئی چھین نہیں سکتا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کوثر کے معنٰی ہے کسی چیز کا اتنا کثیر ہونا کہ اس کا اندازہ نہ لگایا جا سکے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں جو چیز تعداد میں، قدر و قیمت میں اور اپنی اہمیت کے لحاظ سے بہت زیادہ ہو اُسے کوثر کہتے ہیں۔

- کوثر سے مُراد وہ نہر ہے جس سے جنت کی ساری نہریں نکلتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو عطا فرمادی ہے۔
- کوثر سے مُراد نبوت محمدیہ کے فیوض و برکات کی کثرت
- کوثر سے مُراد قرآن کریم
- کوثر سے مُراد دین اسلام
- کوثر سے مُراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثرت
- کوثر سے مُراد رفع ذکر ہے ساری کائنات کی بلندیوں اور پستیوں میں جس طرح اس نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر مبارک کا ڈنکا بج رہا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔
- کوثر سے مُراد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضور ﷺ کے دل کا نور ہے جس نے آپ کو اللہ تعالیٰ تک رہنمائی کی اور ما سوا سے ہر قسم کا رشتہ منقطع کر دیا۔

۔ کوثر سے مُراد مقام محمود، روزِ محشر جب شفیع المذنبین شفاعت عامہ فرمائیں۔

۔ کوثر سے مُراد سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک الخیر الکثیر یعنی خیر کثیر

۔ کوثر سے مُراد حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ لوگ تو کہتے ہیں کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے تو آپ نے فرمایا وہ بھی اس خیر کثیر میں سے ایک ہے **هو من الخير الكثير**

۔ علامہ اسماعیل حقی کوثر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تمام ظاہری و باطنی نعمتیں کوثر مراد علوم لدنیہ ہیں جو بغیر کسب کے محض فیضانِ الٰہی سے حاصل ہوتے ہیں۔

۔ کوثر سے مُراد : علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی لکھتے ہیں کوثر سے مراد اولاد کثیر بھی ہے یعنی اگر چہ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے اور نسل بیٹے سے ہوتی ہے مگر آپ کو ایک صاحبزادی سے وہ نسل دی جائے گی جو قیامت تک باقی رہے گی چنانچہ آٹھ آٹھ دس دس بیٹوں والوں کی نسلیں مِٹ گئیں مگر صاحبزادی والے آقا کی ایسی نسل باقی رہی کہ ہر جگہ سادات کرام نظر آتے ہیں اور ان شآء اللہ قیامت تک نظر آتے رہیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نسل پاک مصطفیٰ ﷺ ایسی معظم کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو کوثر فرمایا۔ (مواعظ نعیمیہ)

صاحب تفسیر ضیاء القرآن پیر محمد کرم شاہ ازہری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ نبوت کے بعد تو سارے مکہ والے دشمن بن گئے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے سب فرزند فوت ہو گئے ہیں، اب صرف صاحبزادیاں ہی ہیں تو انہوں نے طرح طرح کی باتیں شروع کر دیں۔ عاص بن وائل کہنے لگا **قد انقطع نسله وهو البتر** کہ اُن کی نسل منقطع ہو گئی، پس وہ ابتر ہیں۔

کفار جب اسلام کی روزافزوں ترقی کو دیکھتے تو اپنا دل بہلانے کے لئے کہا کرتے فکر کی کوئی بات نہیں، یہ چند روزہ کھیل ہے، لڑکا اُن کا کوئی نہیں جو اِن کے بعد اس مشن کو جاری رکھ سکے۔ یہ چند سال کے مہمان ہیں۔ جب یہاں سے رخصت ہوں گے تو اُن کا یہ دین بھی اسی روز نیست و نابود ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ایک آیت سے اُن کی

گستاخیوں کا منہ توڑ جواب دیا۔ اُن کی خوش فہمیوں کا خاتمہ کر دیا۔فرمایا جو میرے محبوب کا دشمن ہوگا' جو اُس کے دین کا بدخواہ ہوگا' جو اُس کے نظامِ شریعت سے پرخاش رکھے گا' وہ مِٹ جائے گا۔ اس کی قوم اُسے بھول جائے گی۔ تاریخ اُسے فراموش کردے گی۔ اس کا کوئی نام لینے والانہیں ہوگا۔ اُس کی اولاد بھی اُس کا نام لینا چھوڑ دے گی۔ اُس کی طرف ہر قسم کی نسبت اُن کے لئے باعث ننگ وعار بن جائے گی اور میرے محبوب کی یہ شان ہے کہ اس کا ہر اُمتی خواہ وہ کسی قبیلہ کا فرد ہو' کسی ملک کا رہنے والا ہو' کوئی زبان بولنے والا ہو' میرے محبوبِ کریم کے ذکرِ پاک کی شمع ہر وقت روشن رکھے گا۔ دوسرے لوگوں کی نسل اُن کے بیٹوں سے چلتی ہے لیکن میں اپنے حبیب کی نسل ان کی نورِ نظر لختِ جگر بتول زہرئ خاتونِ جنت سیدہ طاہرہ ذکیہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے چلاؤں گا اور اس نسل میں اتنی برکت دوں گا کہ دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں یہ نسل پھیل جائے گی۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

صاحبزادیوں کی شان میں وہابیوں کی گستاخیاں

معاذ اللہ سیدہ النساء نے ایک دیوبندی مولوی کولباس پہنایا :

ایک دن جناب ولایت مآب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور جناب سیدہ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھا۔ پس جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے ہاتھ مبارک سے غسل دیا اور آپ کے بدن کی خوب اچھی طرح سے شست وشو کی' جس طرح والدین اپنے بیٹوں کو نہلاتے اور شست وشو کرتے ہیں اور جناب فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے نہایت عمدہ اور قیمتی لباس اپنے ہاتھ مبارک سے آپ کو پہنایا'

(صراط مستقیم اردو مصنفہ مولوی اسماعیل امام اول دیوبندی مذہب ص ۳۰۷)

نوٹ : یہ امام دیوبند مولوی اسماعیل ہے جسے دیوبندی شہید وغیرہ کہہ کر کہیں سے کہیں پہنچا دیا کرتے ہیں۔ اسلامی نظریہ کے خلاف اسماعیل دہلوی کی یہ بڑ' کہ نعوذ باللہ سیدنا علی نے مولوی سید احمد صاحب کو بچوں کی طرح غسل دیا۔معاذ اللہ۔ یہ کس قدر مولا علی کی شان

میں اسماعیل دہلوی کی بداعتقادی ہے۔ کیا بالغ آدمی کو کوئی بھی انسان بچوں کی طرح شست وشو کر کے غسل دے سکتا ہے؟ (معاذ اللہ) پھر وہ خاتون جنت کہ جن کے دامنِ پاک کے صدقے کائنات کو پردہ داری نصیب ہوئی اُن کے بارے دیوبند کے شہید کی یہ جرأت کہ معاذ اللہ سیدہ النساء نے ایک اجنبی کو بلا پردہ لباس پہنایا۔ اس سے بڑھ کر لختِ جگر رسولِ کریم ﷺ کی اور کیا گستاخی ہوسکتی ہے۔ ایسا افتراء باندھتے ہوئے ان دشمنانِ اہل بیت نبوت کو ذرہ خوف نہ آیا۔ اگر کوئی شخص کسی دیوبندی مولوی صاحب کو کہے کہ مولوی صاحب آپ کی بیٹی نے آج رات مجھے لباس پہنایا تو پھر دیکھیے کہ مولوی صاحب کس طرح جوش میں آ کر اس بے چارے پر فتوے جڑتے ہیں مگر جگر گوشہ رسول ﷺ کی شان میں یہ گستاخی کرتے ہوئے دیوبندیوں کو ذرا خوف نہ آیا، محشر میں کیا منہ دکھائیں گے۔

خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سینے سے چمٹالیا (معاذ اللہ)

’ہم نے خواب میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا انہوں نے ہم کو اپنے سینے سے چمٹالیا۔ ہم اچھے ہو گئے‘ (الافاضات الیومیہ تھانوی جلد ۶ ص ۳۷)

استغفر اللہ العظیم مسلمانو! غور کرو کیا کسی بے دین خارجی یزیدی، یہودی کو بھی خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جناب میں ایسے صریح گستاخی کی جراءت ہوئی؟ مرزا قادیانی مَردُود نے تو یہ لکھا تھا کہ (معاذ اللہ) ’حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر سر رکھا‘ (ایک غلطی کا ازالہ) مگر دیوبندی وہابی حکیم الامت اس سے بہت آگے بڑھ کر یہ کہہ رہا ہے کہ (معاذ اللہ) سیدہ نے سینے سے چمٹالیا۔

نوٹ: یہ اشرف علی تھانوی ہے جسے دیوبندی حکیم الامت وغیرہ کے خطابات سے یاد کیا کرتے ہیں اور اسے رسول اللہ کے مقام تک پہنچانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے مولوی فضل الرحمٰن صاحب بیمار ہو گئے تھے تو (معاذ اللہ) خاتونِ جنت نے اُن کو سینے سے لگایا اور مولوی صاحب خاتون جنت کے سینے سے لگ گئے اور درست ہو گئے‘ (معاذ اللہ)

مسلمانو ! تمہیں تمہارے ایمان کی قسم۔ تھوڑی دیر کے لئے سچے ایمان سے غور کرو اور لختِ جگر نبی کے مقام عزت کو بھی یاد کرو جو انہیں اُن کے رب نے تطہیر سے عطا فرمائی اور حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہ کو تکلیف دی اُس نے مجھے تکلیف دی۔ (مشکوٰۃ)

مسلمانو ! غور کرو اور دیو بند کے حکیم الامت تھانوی صاحب کی یہ جرأت تو دیکھو کہ اس نے کس قدر نورِ نبوت سیدہ خاتونِ جنت کی عزت ورفعت سے بغاوت کی اور اس نے رسول اللہ ﷺ کی پاک بیٹی کے شرم وحیاء پر اس قدر ظالمانہ حملہ کیا کہ معاذ اللہ آپ ایک غیر محرم اجنبی کے سینے سے لگیں اور وہ دیو بندیوں کا مولوی بھی معاذ اللہ آپ کے سینے سے لگا۔ (الامان والحفیظ)

مسلمانو ! خدارا سوچو کہ مرزائی قادیانی لعین نے تو ناپاک جرأت کر کے جگر گوشہ رسول پر حملہ کیا تھا کہ معاذ اللہ مائی صاحب نے مرزا کا سر اپنی ران پر رکھا مگر تھانوی تو اس بتول کے پاک سینے تک کی بے حرمتی کی جرأت کر گیا۔ دیو بندی تو خاندانِ نبوت کی دشمنی اور ہتک میں مرزائیوں سے بھی بڑھ گئے۔ مولوی فضل الرحمٰن صاحب نے تو یہ کہا یا نہ...... ہمیں ہرگز ایسی اُمید نہیں ہوسکتی اور نہ اُن کی کوئی کتاب ہے جس میں یہ بیہودگی درج ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ تھانوی صاحب کا گھڑا ہوا بہتان ہے اور خارجی یزیدیوں کو آلِ رسول ﷺ کے متعلق جو دل میں بغض وکفر تھا' آخر کار ان لوگوں نے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی پاک نورانی صاحبزادی پر حملہ کر کے اپنا بغض نکالا۔ (دیو بندی مذہب۔مولانا غلام مہر علی)

علمائے اہل سنت و جماعت کے سر تاج اعلیٰ حضرت بریلوی مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

وَاٰخِرُ دَعْوٰنا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعالَمِيْن

وَصَل اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمّدٍ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْن